کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

صحیح اور مستند احادیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کی کراماتؓ جمع کی گئی ہیں۔عربی احادیث
کے ساتھ اردو ترجمہ دیا گیا ہے

مؤلف

مولانا أحمد حسن سنبھلي رحمہ اللہ

حسبِ منشا

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ

ویلفیئر اینڈ ایجوکیشنل ٹرسٹ رجسٹرڈ

کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

صحیح اور مستند احادیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کراماتؓ جمع کی گئی ہیں۔ عربی احادیث کے ساتھ اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔

مؤلف

مولانا احمد حسن صاحب سنبھلی رحمہ اللہ

حسبِ منشا

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ

۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

ویلفیئر اینڈ ایجوکیشنل ٹرسٹ رجسٹرڈ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرات اہل علم، عزیز طلبہ اور معزز قارئین کی خدمت میں گذارش:

الحمدللہ! اس کتاب کی تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی غلطی نظر آئے یا کوئی مفید تجویز ہو تو براہ کرم تحریر کر کے ہمیں ضرور ارسال فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت بہتر اور غلطی سے پاک ہو سکے۔

جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً

البشریٰ ویلفیئر اینڈ ایجوکیشنل ٹرسٹ رجسٹرڈ

برائے خط وکتابت: 9/2 سیکٹر 17، کورنگی انڈسٹریل ایریا بالمقابل محمدیہ مسجد، بلال کالونی کراچی۔

کتاب کا نام : کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

مؤلف : مولانا احمد حسن صاحب سنبھلی رحمہ اللہ

قیمت برائے قارئین: فہرست کتب ملاحظہ فرمائیں۔

سن اشاعت : ۱۴۳۸ھ/۲۰۱۷ء

ناشر : البشریٰ ویلفیئر اینڈ ایجوکیشنل ٹرسٹ رجسٹرڈ

9/2 سیکٹر 17، کورنگی انڈسٹریل ایریا بالمقابل محمدیہ مسجد، بلال کالونی کراچی۔

فون نمبر : (+92) 21-35121955-7

ویب سائٹ : www.maktaba-tul-bushra.com.pk
www.albushra.org.pk

ای میل : info@maktaba-tul-bushra.com.pk
info@albushra.org.pk

ملنے کا پتہ : البشریٰ ویلفیئر اینڈ ایجوکیشنل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)، کراچی۔ پاکستان

موبائل نمبر : 0321-2196170, 0334-2212230, 0302-2534504,
0314-2676577, 0346-2190910

اس کے علاوہ تمام مشہور کتب خانوں میں بھی دستیاب ہے۔

فہرستِ مضامین

تقریظ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعدِ حمد وصلوٰۃ میں نے اس رسالہ کو خود مؤلف (مولوی احمد حسن صاحب) سے حرفاً حرفاً سنا اور جابجا ضروری اور مفید مشوروں سے متفق طور پر کمی بیشی کی گئی۔ اس کتاب سے میرا دل اس لیے زیادہ خوش ہوا کہ اس مضمون کو مدت ہوئی ضروری سمجھ کر خود لکھنا چاہا تھا مگر ہجومِ مشاغل سے وقت نہ ملا تو اس ضرورت کو پوری ہوتے دیکھ کر جس قدر خوشی ہو تھوڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع فرمائیں۔

ناظرین ترجمہ میں طرزِ جدید یعنی غلبۂ اتباعِ محاورہ کا انتظار نہ فرمائیں، مقصود پر نظر رکھنا چاہیے۔ میرے خیال میں اتباعِ محاورہ میں لسان منقول الیہ کی رعایت ہے اور لفظی ترجمہ میں زبان منقول عنہ کی حلاوت ہے کہ اس میں اصل کا لطف آجاتا ہے۔

وللناس فیما یعشقون مذاهب.

کتبہ

اشرف علی

۲۹ر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ھ

[۲۵ر اپریل ۱۹۱۴ء]

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔[1] اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ.

امابعد! پس گذارش کرتا ہے أفقر العبيد إلى رحمة العلي الكبير سیّد احمد حسن سنبھلی حنفی چشتی اہلِ فہم و بصیرت کی خدمت میں کہ نصوصِ قطعیّہ وسنن نبویہ سے یہ امر یقیناً ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضي الله تعالىٰ عنهم وأرضاهم تمام امتِ محمدیہ سے افضل ہیں۔ اور اہلِ تحقیق کا اس امر پر اجماع ہے کہ کوئی ولی اگر چہ وہ اعلیٰ رتبے پر ہو کسی ادنیٰ صحابی کے رُتبے کو نہیں پہنچ سکتا، اور یہ برکت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ بابرکت کی۔ وہ صحبتِ مبارکہ کہاں سے آوے جس سے اولیا رحمۃ اللہ علیہم کو صحابہ رضی اللہ عنہم کا درجہ حاصل ہو۔ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾[2] مگر باوجود اس کے اس زمانے میں اکثر عوام کو دیکھا جاتا ہے کہ جس قدر اعتقاد ان کو پچھلے صلحا اور اولیا کے ساتھ ہے اس کا نصف بھی صحابہ سے نہیں۔ جہاں تک غور کیا گیا اس کی وجہ یہ سمجھ میں آئی کہ ان لوگوں نے کمال کو کرامات و خوارقِ عادات میں منحصر سمجھ لیا ہے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی کرامتیں کم سنی گئی ہیں، اس وجہ سے ان حضرات کو اس درجہ کا صاحبِ کمال نہ سمجھا کہ جس درجہ کے وہ حضرات باکمال تھے، اسی لیے اعتقاد میں بھی کمی ہوئی۔ ہر چند کہ محققینِ صوفیہ کی تصریح سے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ کمالِ حقیقی اور چیز ہے۔ کشف و کرامت کی اس کے روبہ رو کچھ حقیقت نہیں اور وہ چیز

---

[1] رواه مسلم وأحمد وغيرهما [2] المائدة: ٥٤

استقامت علی الدین ہے۔[1] چناں چہ کہا گیا ہے: اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا شریعتِ ظاہرہ اور طریقۂ باطنہ اور احوالِ رفیعہ میں مستقیم ہونا کس کو معلوم نہیں۔ اور اس مضمون کو تحقیق اور تفصیل کے ساتھ حضرت مجدد الامۃ مصلح الملۃ علامۂ زماں قطبِ دوراں مولانا حافظ حاجی شاہ قاری اشرف علی صاحب نے ''کراماتِ امدادیہ'' میں اچھی طرح ادا فرمایا ہے۔ اس جگہ مختصر عرض کیا جاتا ہے، کیوں کہ یہاں اصل مقصود نقلِ کراماتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے اور بس، اور استقامت کو کراماتِ معنویہ کہتے ہیں، فی الواقع حقیقی اور مقصود کرامت یہی ہے، چناں چہ حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں ایک شخص دس سال رہا اور دس سال کے بعد عرض کیا کہ حضرت! میں نے آپ سے کسی کرامت کا صدور نہیں دیکھا۔ حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ نے جوش میں آکر فرمایا کہ اس مدت میں مجھ سے کوئی گناہ بھی دیکھا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اس سے بڑھ کر کیا کرامت ہوگی۔ یہ تھے اہلِ علم اور اہلِ تصوف اور اہلِ تحقیق کہ بالکل قرآن مجید کے مطابق جواب ارشاد فرمایا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾[2]

یعنی بے شبہ بڑی کرامت وعظمت والا تم میں کا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

معلوم ہوا کہ مدارِ تقرب فقط تقویٰ ہے لاغیر، دوسرے یہ کہ اکثر خوارق ثمرہ کثرتِ مجاہدہ وریاضت کا ہوتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بوجہ کمالِ قابلیت وقوتِ فطرت وبرکت وصحبتِ حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ ریاضت کی حاجت نہیں ہوئی، اس لیے خوارق کا بکثرت ان حضرات سے صادر نہ ہونا تعجب کی بات نہیں۔ تیسرے بقول حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کرامت کا ظہور تقویتِ یقینِ اہلِ زمانہ کے لیے ہوتا ہے،[3] چوں کہ بابرکت قربِ زمانہ جنابِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم خیر القرون میں یقین وایمان کمال درجہ حاصل تھا اس لیے اس حجّت و دلیل کی چنداں حاجت نہ تھی۔ جوں جوں زمانۂ برکتِ مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام دور ہوتا گیا برکات میں

---

[1] یعنی دین پر سیدھا رہنا اور اس کو مضبوط پکڑنا اور گناہوں کی لغزش سے باز رہنا۔ [2] الأحزاب: ۱۳

[3] هذا القول أورده العلامة اليافعي في "روض الرياحين"، وحنبل جد أحمد لا أبوه.

کمی پیدا ہوتی گئی اور ایمان میں ضعف ہوتا گیا۔ برہانِ تقویت کا ظہور قرینِ حکمت ہوا۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اقرب الی السنۃ وہی حالت ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت تھی۔ اس لیے کہ وہاں ضعفِ ایمان نہ تھا جس کی تقویت کی حاجت ہوتی، اور ظاہر ہے کہ یہ حالت اقرب الی السنۃ ہے۔ چوتھے صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات نقل کرنے میں محدثین نے صحتِ روایت کی بہت شرطیں مقرر کیں اور اس قدر اہتمام کیا کہ بمقدور احوالِ صحیحہ سے اطلاع ہو، رطب و یابس اقوال سے اعلیٰ درجہ کا پرہیز کیا، بخلاف حکایاتِ اولیائے متاخرین کے کہ ان کے نقل کرنے میں اس قدر احتیاط اور تنقیح نہیں کی گئی، اور شدتِ شرائطِ صحت کے لیے قلتِ روایت امرِ لازم ہے۔ و نیز چوں کہ اصل مقصود دین میں احکام ہیں اس لیے بھی محدثین نے بہ نسبت نقلِ حکایات کے روایتِ سنن کا زیادہ اعتنا فرمایا، مگر چوں کہ یہ وجوہ بعض عوام کے لیے تسلّی بخش نہیں ہیں تاوقتے کہ ان کو کچھ کرامتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی نہ بتلائی جائیں، اس لیے حسبِ ارشاد فیض بنیاد حضرت والا مجد دِ دوراں قطبِ زمان سیّدی و محبوبی و مرشدی مولوی شاہ اشرف علی صاحب اس احقر نے شرع کیا۔ حق تعالیٰ بطریقِ احسن تمام فرما دیں۔

قارئین سے حسبۃً للہ اپنے واسطے دعائے مغفرت و حصولِ مقاصد کا طالب ہوں۔ واضح ہو کہ اس کتاب کا خطبہ عرصہ ہوا کہ حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا اور ایک صاحب سے کچھ متفرق مضامین بھی جمع کرائے تھے لیکن بوجہ عدیم الفرصتی حضرت کے دستِ مبارک پر یہ کام نہ ہوسکا۔ اس خطبہ میں بہت سے مضامین خطبۂ مذکورہ کے باختصار و بتغیر مناسب بندہ نے درج کیے ہیں۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

کراماتِ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

١. أَخْرَجَ مَالِكٌ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ نَحَلَهَا جِدَادَ عِشْرِيْنَ وَسَقًا مِّنْ مَّالِهِ بِالْغَابَةِ، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ: يَا بُنَيَّةُ! وَاللّٰهِ مَا مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ غِنًى مِّنْكِ وَلَا أَعَزَّ عَلَيَّ فَقْرًا بَعْدِيْ مِنْكِ، وَإِنِّي كُنْتُ نَحَلْتُكِ جِدَادَ عِشْرِيْنَ وَسَقًا فَلَوْ كُنْتِ جَدَّدْتِهِ وَاحْتَرَزْتِهِ كَانَ لَكِ، وَإِنَّمَا هُوَ الْيَوْمَ مَالُ وَارِثٍ، وَإِنَّمَا هُوَ أَخْوَاكِ وَأُخْتَاكِ فَاقْتَسِمُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَتْ: يٰاَبَتِ! وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ كَذَا وَكَذَا لَتَرَكْتُهُ إِنَّمَا هِيَ أَسْمَآءُ فَمَنِ الْأُخْرٰى؟ قَالَ: ذُوْ بَطْنِ ابْنَةِ خَارِجَةَ أُرَاهَا جَارِيَةً. وَأَخْرَجَهُ ابْنُ سَعْدٍ، وَقَالَ فِيْ آخِرِهِ: قَالَ: ذَاتُ بَطْنِ ابْنَةِ خَارِجَةَ قَدْ أُلْقِيَ فِيْ رُوْعِي أَنَّهَا جَارِيَةٌ فَاسْتَوْصِيْ بِهَا خَيْرًا فَوَلَدَتْ أُمَّ كُلْثُوْمٍ۔[1]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیس وسق (یعنی ساٹھ صاع تقریباً پانچ من) کھجوریں جو درختوں میں لگی تھیں ہبہ کی تھیں اور اپنی وفات سے پہلے ہی فرمایا: اے میری پیاری بیٹی! مال و دولت کے باب میں مجھے تم سے زیادہ کوئی پیارا نہیں، اور مجھے تمہاری حاجت مندی بھی پسند ہے۔ لاریب بیس وسق کھجوریں میں نے تمھیں ہبہ کی تھیں۔ اگر تم نے انھیں توڑ کر اکٹھا کرلیا ہوتا تو وہ تمہاری مملوکہ ہوجاتیں، لیکن اب وہ تمام وارثوں کا مال ہے جس میں تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں شریک ہیں۔ بس اس کو تم قرآن کریم کے احکام کے موافق تقسیم کرلو۔ جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ابا جان! اگر بہت زیادہ بھی ہوتیں تب بھی میں اس ہبہ سے دست بردار ہوجاتی، لیکن یہ تو فرمایئے کہ میری بہن تو صرف ''اسماء'' ہے۔ یہ دوسری کون؟ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بنتِ خارجہ کے پیٹ میں مجھے لڑکی دکھائی دے رہی ہے۔

---

[1] تاریخ الخلفاء: ص ٦١

اس واقعہ کو ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح روایت کیا ہے کہ بنت خارجہ کے پیٹ کی لڑکی کو میرے دل میں القا کیا گیا ہے۔ یعنی میری بیوی بنتِ خارجہ کے پیٹ میں لڑکی ہی ہے۔ پس میری اس نصیحت و وصیّت کو قبول کرو۔ بالآخر جناب اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

اس وصیّت سے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی الہامی کرامت ثابت ہوتی ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کے پیٹ ہی میں جناب اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے وجود کو معلوم کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تمہاری بہن موجود ہے۔

۲. أَخْرَجَ أَبُوْ يَعْلٰى عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قِصَّةً، وَفِيْهَا: ثُمَّ قَالَ (أَيْ أَبُوْبَكْرٍ): فِيْ أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قُلْتُ: يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، قَالَ: أَرْجُوْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ اللَّيْلِ فَتُوُفِّيَ لَيْلَةَ الثُّلَثَاءِ وَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُّصْبِحَ.[۱]

ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک قصّہ کے تحت میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے کس دن رحلت فرمائی؟ انھوں نے کہا: پیر کے دن۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ایک رات کے بعد اسی چیز کا امیدوار ہوں۔ چناں چہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے منگل کی رات میں داعیٔ اجل کو لبّیک کہا اور صبح ہونے سے پہلے ہی پہلے آپ دفن کیے گئے۔

سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری کرامت ہے کہ آپ نے جو حکم لگایا تھا اسی وقت وفات پائی۔ اگرچہ زہوقِ روح شب میں ہوا لیکن وفات کے مقدمات بعینہ دن ہی میں واقع ہوئے جو موت کے حکم میں ہیں۔

۳. أَخْرَج (أَيْ اِبْنُ سَعْدٍ) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رضي الله عنه لَمَّا مَاتَ ارْتَجَّتْ مَكَّةُ فَقَالَ أَبُوْ قُحَافَةَ: مَا هٰذَا؟ قَالُوْا: مَاتَ ابْنُكَ، قَالَ: رُزْءٌ جَلِيْلٌ إلخ.[۲]

جناب ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت مکّہ معظّمہ تھرّایا۔ جس پر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد

۱، ۲ تاریخ الخلفاء: ص ۶۲

جناب ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ زلزلہ کیسا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے صاحب زادہ نے جامِ رحلت نوش فرمایا ہے۔ جس پر جناب ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو بڑی سخت مصیبت آن پڑی۔

آپ لوگوں نے دیکھا کہ مکّہ معظّمہ کانپا، تھرّایا اور زلزلہ پذیر ہوکر آپ کی کرامت کا ظہور ہوا۔

٤. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما فِي قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ: فَدَعَا (أَيْ أَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ) بِالطَّعَامِ فَأَكَلَ وَأَكَلُوْا فَجَعَلُوْا لَا يَرْفَعُوْنَ لُقْمَةً إِلَّا رَبَتْ مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا، فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: يٰأُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ! مَا هٰذَا؟ قَالَتْ: قُرَّةُ عَيْنِيْ إِنَّهَا الْآنَ لَأَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مِرَارٍ فَأَكَلُوْا وَبَعَثَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرَ أَنَّهُ أَكَلَ مِنْهَا.[1] (متفق عليه)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما سے ایک بڑے قصّہ میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے مہمانوں کی دعوت کی اور خود بھی شریکِ طعام تھے جس میں ہر شخص یہ محسوس کررہا تھا اور مشاہدہ میں بھی آرہا تھا کہ ہر لقمہ اٹھانے کے بعد کھانا پہلے سے بھی زیادہ بڑھتا جاتا گویا اور پیدا ہوجاتا۔ سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے (جو بنی فراس کے قبیلہ کی تھیں) فرمایا: اے ہمشیرۂ بنی فراس! یہ کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے جواباً عرض کیا: اے آنکھوں کا سکھ کلیجہ کی ٹھنڈک! اس وقت تو یہ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔ چناں چہ ان سبھوں نے خوب یہ کھانا کھایا اور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی روانہ کیا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہادیٔ کُل نے بھی جان نوش فرمایا۔

سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی نیک نیتی اور برکت کا یہ طفیل تھا بلکہ آپ کی کرامت کا ادنیٰ ظہور تھا کہ تھوڑا سا کھانا تمام مہمانوں نے کھایا جس میں برابر اضافہ ہی ہوتا رہا۔

٥. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَرَآهُ ثَقِيْلًا فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ فَدَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا يُخْبِرُهَا

---

[1] مشكاة المصابيح: ج ٢

بِوَجْعِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ، إِذْ دَخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَبِي يَدْخُلُ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ مُتَعَجِّبٌ لِمَا عَجَّلَ اللّٰهُ فِيْهِ مِنَ الْعَافِيَةِ، فَقَالَ: مَا هُوَ إِلَّا أَنْ خَرَجْتَ مِنْ عِنْدِيْ فَعُوْفِيْتُ فَأَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَسَعَطَنِيْ سَعْطَةً فَقُمْتُ وَقَدْ بَرَأْتُ. مَعْزُوٌّ لِابْنِ أَبِي الدُّنْيَا وَابْنِ عَسَاكِرَ.[1]

محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور پرنور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بیمار دیکھا اور پھر اس بیماری کی اطلاع کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی علالت کو بیان ہی فرما رہے تھے کہ عین اسی وقت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ہادیٔ کُل کے درِدولت پر حاضر ہوکر اندر آنے کی اجازت چاہی۔ جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ابا جان تو آ رہے ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے کہ شافیٔ مطلق نے اتنی جلدی اچھا کردیا تعجب فرمایا۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور! جوں ہی میرے پاس سے نکلے جبرئیل امین نے آکر مجھے ایک دوا سنگھائی اور میں تندرست ہوگیا۔ اس واقعہ کو ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے بھی بیان کیا ہے۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت بھی آپ نے دیکھی کہ ایک ہی لمحہ میں بیماری سے صحت یاب ہوگئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ احکاماتِ الٰہیہ کو حاصل کرلیا۔

٦. عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: كَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ يَسْمَعُ مُنَاجَاةَ جِبْرِيْلَ النَّبِيَّ لَا يَرَاهُ. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي دَاوُدَ فِي الْمَصَاحِفِ، كَذَا قَالَ ابْنُ عَسَاكِرَ.[2]

ابوجعفر سے روایت کی گئی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی سرگوشیوں کو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سنتے تھے اور ان کو دیکھتے نہیں تھے۔ اس کو مصاحف میں بھی ابنِ ابوداود نے لکھا ہے اور حافظ محدث ابن عساکر نے بھی بیان کیا ہے۔

٧. فِي قِصَّةِ الْحُدَيْبِيَّةِ: فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ: فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! أَلَسْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا؟ قَالَ: بَلٰى، قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلٰى، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ

---

[1] قرة العينين: ص ۹۹ [2] كنز العمال: ج ٦، ص ۳۱۱

دِيْنِنَا إِذَنْ؟ قَالَ: إِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَسْتُ عَاصِيَه وَهُوَ نَاصِرِي، قُلْتُ: أَوَ لَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا إِنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوْفُ بِهٖ؟ قَالَ: بَلٰى، أَفَأَخْبَرْتُكَ أَنَّكَ تَأْتِيْهِ الْعَامَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَإِنَّكَ آتِيْهِ وَمُطَوِّفٌ بِهٖ، قَالَ: فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا بَكْرٍ! أَلَيْسَ هٰذَا نَبِيُّ اللّٰهِ حَقًّا؟ قَالَ: بَلٰى، قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلٰى، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا إِذَنْ؟ قَالَ: أَيُّهَا الرَّجُلُ! إِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَنْ يَّعْصِيَ رَبَّهٗ وَهُوَ نَاصِرُهٗ فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهٖ، فَوَاللّٰهِ! إِنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ، فَقُلْتُ: أَلَيْسَ يُحَدِّثُنَا إِنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوْفُ بِهٖ؟ قَالَ: بَلٰى، أَفَأَخْبَرَكَ تَأْتِيْهِ الْعَامَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَإِنَّكَ آتِيْهِ وَمُطَوِّفٌ بِهٖ، قَالَ عُمَرُ: فَعَمِلْتُ لِذٰلِكَ أَعْمَالًا۔[1] رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ.

حدیبیہ سے متعلق مذکور ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھا: یارسول اللہ! کیا آپ اللہ کے سچے رسول ہیں؟ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ہوں۔ پھر میں نے کہا: کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا: تو ہم اپنے دین کے بارے میں اب ذلت کیوں گوارا کریں؟ یعنی جب کہ ہم حق اور سچائی پر قائم ہیں تو وہ صلح جو مصلحتاً کرلی گئی ہے اسے برقرار کیوں رکھیں۔ اس پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا: میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا، وہ ہماری مدد کرنے والا ہے اور انجام کار ہمیں غلبہ دے گا۔ پھر میں نے کہا: آپ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم عن قریب بیت اللہ آئیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ اس پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال آئیں گے؟ میں نے عرض کیا: جی نہیں۔ اس پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم یقیناً یہاں آؤ گے اور بیت اللہ کا طواف کروگے۔ اس کے بعد میں نے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ کے سچے رسول نہیں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: بے شک ہیں۔ میں

[1] تیسیر: ج ۲، ص ۱۴۵

نے کہا: کیا ہم حق وراستی پر اور ہمارے دشمن کج راہی اور باطل پر نہیں ہیں؟ انھوں نے فرمایا: کیوں نہیں۔ میں نے پھر کہا: تو اس وقت جب کہ ہم راستی پر ہیں اور مخالف ناحق پر تو دین کے بارے میں اس صلح کو برقرار رکھ کر ذلت کیوں اختیار کریں؟ جس پر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: اے مردِ خدا! سن، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور کبھی بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے اور ان کو غلبہ دینے والا ہے۔ پس تم ان کے احکام کی سختی سے تعمیل کرتے رہو، کیوں کہ اللہ کی قسم وہ راستی اور حق پر گامزن ہیں۔ پھر میں نے اور دریافت کیا کہ کیا انھوں نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم بیت اللہ آکر اس کا طواف کریں گے؟ جس پر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یہ بھی فرمایا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ آؤ گے اور اس کا طواف کرو گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اس کے بعد حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم عن قریب بیت اللہ آؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس جرأتِ دریافت کے تدارک کے لیے بہت سے نیک اور صالح اعمال کیے۔

جس کو بخاری اور ابوداود نے بیان کیا ہے۔

سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا جواب لفظ بہ لفظ بالکل رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کے برابر پایا جانا بالعموم لوگوں کی عادتوں کے خلاف ہے، اس لیے یہ بھی آپ کی کرامت تصور کی گئی۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیک نیتی اور برکت کا طفیل تھا بلکہ درحقیقت آپ کی کرامت تھی کہ اپنی کرامتوں اور خرق العادت کاموں کو دوسروں پر واضح الفاظ میں بیان نہیں فرماتے تھے بلکہ خود کو ادنیٰ بندہ کہتے اور اکثر اوقات اپنے اقوال وکردار سے کرامتوں کا اظہار فرماتے تاکہ تمام لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔

کراماتِ خلیفۂ دوم فاروقِ اعظم سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

٨. أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ نَاسٌ مُحَدَّثُوْنَ، فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ

فَإِنَّهُ عُمَرُ، أَيْ مُلْهَمُوْنَ.[1] وَأَخْرَجَ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ مَرْفُوْعًا فِي حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: وَإِنَّهُ لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا كَانَ فِي أُمَّتِهٖ مُحَدَّثٌ، وَإِنْ يَّكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَهُوَ عُمَرُ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ مُحَدَّثٌ؟ قَالَ: تَتَكَلَّمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى لِسَانِهٖ. إِسْنَادُهُ حَسَنٌ.[2]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلی امتوں میں ایسے لوگ تھے جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے باتیں القا کی جاتی تھیں۔ یعنی انھیں الہام ہوتا تھا، اور میری امت میں اگر کوئی ایسا شخص ہے تو وہ عمر ہیں۔ نیز علامہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''الاوسط'' میں جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ایک لمبی مرفوع حدیث کے تحت بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس امت پر کوئی نبی بھیجا تو اس امت میں کوئی نہ کوئی ملہَم ضرور ہوتا تھا۔ یعنی اس نبی کی آمد سے قبل اس امت میں ایسی شخصیت ضرور ہوتی تھی جس پر پروردگار الہام فرماتے رہتے تھے، اور اگر ان الہاماتِ الٰہی سے سرفراز ہونے والا کوئی شخص میری امت میں ہے تو وہ عمر ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس استفسار پر کہ محدث و ملہَم کی کیفیت کیا ہوتی ہے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی زبان پر فرشتے بولتے ہیں۔

یعنی اس شخص ملہَم کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ فرشتے اس سے جو کچھ کہتے ہیں وہ فرشتوں کی کہی ہوئی باتوں کو انسانوں سے کہہ دیتا ہے اور کوئی بات اپنی طرف سے کسی سے بھی نہیں کہتا۔ اس حدیث کی سند حسن یعنی معتبر ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا صاحبِ الہام ہونا آپ کی کرامت کو ظاہر کرتا ہے، اور ان دونوں حدیثوں میں لفظ ''إِنْ يَّكُنْ'' یعنی ''اگر'' کا لفظ اس لیے لایا گیا ہے تاکہ انتہائی وثوق ظاہر ہو اور کلام میں قوت پیدا ہو، جیسے کوئی شخص اپنے پکے دوست سے یوں کہے کہ اگر دنیا میں میرا کوئی یار ہے تو تم ہو۔ اس جملہ سے کسی سمجھ دار کو اس کی یاری

---

[1] تاریخ الخلفاء: ص ۸۴ [2] تاریخ الخلفاء: ص ۸۵

اور دوستی میں وہم اور شک پیدا نہیں ہوتا، بلکہ بے انتہا و پکی دوستی کو ظاہر کرتا ہے۔ جب کہ پچھلی امتوں میں صاحبانِ الہام ہوا کرتے تھے تو ملّتِ اسلامیہ جو باعتبارِ علم و فضل افضل تر ہے اس نعمتِ الہام سے زیادہ تر مشرف ہوئی۔ ان دونوں حدیثوں میں کوئی لفظ تو کیا کوئی نقطہ تک ایسا نہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا دوسرے پر منحصر اور دلالت کرتا ہو۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا صاحبِ الہام ہونا پہلے بیان کیا جاچکا ہے جو بالکل صحیح ہے، اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر الہامات کی بارش آپ کے اوصافِ حمیدہ کے ساتھ متصف ہے۔ نیز ہر شخص پر واضح ہے کہ تقریباً بائیس مقامات ایسے ہیں جہاں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے فرمانِ پروردگار کے عین موافق تھی جن کا تذکرہ قرآن کریم اور احادیث میں موجود ہے۔ تفصیل کے لیے تاریخ الخلفاء صفحات (۸۷ تا ۸۹) دیکھیے۔

۹. أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلٰى شَيَاطِيْنِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ.[1] وَأَخْرَجَ أَحْمَدُ مِنْ طَرِيْقِ بُرَيْدَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَفْرَقُ مِنْكَ يَا عُمَرُ.[2]

امام ترمذی رحمہ اللہ نے جناب عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: البتہ میں نے انسانوں، جناتوں اور شیطانوں کو دیکھا کہ وہ عمر کے خوف سے بھاگ گئے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر! البتہ تم سے شیطان تک ڈرتا ہے۔

۱۰. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه قَالَ: وَجَّهَ عُمَرُ جَيْشًا وَرَأَّسَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُدْعٰى سَارِيَةَ، فَبَيْنَا عُمَرُ يَخْطُبُ جَعَلَ يُنَادِي: يَا سَارِيَةُ! الْجَبَلَ، ثَلَاثًا، ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ الْجَيْشِ فَسَأَلَهُ عُمَرُ، فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هَزَمُنَا فَبَيْنَا نَحْنُ ذٰلِكَ إِذْ سَمِعْنَا صَوْتًا يُنَادِي: يَا سَارِيَةُ! الْجَبَلَ، ثَلَاثًا، فَأَسْنَدْنَا ظُهُوْرَنَا إِلَى الْجَبَلِ، فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ، قَالَ: قِيْلَ لِعُمَرَ: إِنَّكَ كُنْتَ تَصِيْحُ بِذَالِكَ، وَذٰلِكَ الْجَبَلُ الَّذِي كَانَ سَارِيَةُ عِنْدَهُ بِنِهَاوَنْدَ

---

[1] تاريخ الخلفاء: ص ٨٤ [2] تاريخ الخلفاء: ص ٨٥

مِنْ أَرْضِ الْعَجَمِ. قَالَ ابْنُ حَجَرٍ فِي "الْإِصَابَةِ": إِسْنَادُهُ حَسَنٌ.[۱]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جناب ساریہ کی قیادت میں جہاد کی غرض سے ایک لشکر روانہ فرمایا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اپنے اسی لیکچر کے دوران میں فرمانے لگے: اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہٹ جا۔ آپ نے تین دفعہ اسی طرح فرمایا، کیوں کہ پہاڑ کی طرف ہٹ جانے سے مسلمانوں کے غالب ہوجانے کی امید تھی۔ جب تھوڑے دنوں بعد اس فوج کا قاصد آیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس سے لڑائی کا حال پوچھا۔ قاصد نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! ایک دن شکست کھانے ہی والے تھے کہ ہمیں ایک آواز سنائی دی جیسے کوئی پکار کر کہہ رہا ہے کہ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہٹ جا۔ اس آواز کو ہم نے تین مرتبہ سنا اور ہم نے پہاڑ کی طرف پیٹھ کرکے سہارا لیا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کو شکست فاش دی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ لوگوں نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا: جبھی تو آپ جمعہ کے دن خطبہ کے درمیان اسی لیے چیخ رہے تھے۔ اور یہ پہاڑ جہاں جناب ساریہ رضی اللہ عنہ اور ان کی فوج تھی مشرق کے شہر نہاوند میں تھا۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''اصابہ'' میں اس کو حدیث معتبر قرار دیا ہے۔

۱۱. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ لِرَجُلٍ: مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: جَمْرَةُ، قَالَ: ابْنُ مَنْ؟ قَالَ: ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ: مِمَّنْ؟ قَالَ: مِنَ الْحُرْقَةِ، قَالَ: أَيْنَ مَسْكَنُكَ، قَالَ: الْحَرَّةُ، قَالَ: بِأَيِّهَا؟ قَالَ: بِذَاتِ نَطْى؟ فَقَالَ عُمَرُ: أَدْرِكْ أَهْلَكَ فَقَدِ احْتَرَقُوْا فَرَجَعَ الرَّجُلُ فَوَجَدَ أَهْلَهُ قَدِ احْتَرَقُوْا. أَخْرَجَهُ أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ بِشْرَانَ فِي فَوَائِدِهِ وَمَالِكٌ فِي "الْمُوَطَّأ" عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ نَحْوَهُ، وَأَخْرَجَهُ ابْنُ دُرَيْدٍ فِي "الْأَخْبَارِ الْمَشْهُوْرَةِ" وَابْنُ الْكَلْبِيِّ في "الْجَامِعِ" وَغَيْرُهُمْ.[۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے اس کا نام دریافت کیا۔ اس نے کہا: جمرہ (بمعنی چنگاری)، پھر آپ نے استفسار فرمایا کہ تمہارے باپ

---

[۱] تاريخ الخلفاء: ص۸۹ [۲] تاريخ الخلفاء: ص ۹۰

کا نام؟ اس نے جواب دیا: ابن شہاب (بمعنی شعلہ)، پھر پوچھا کہ تم کس قبیلہ کے فرد ہو؟ اس نے کہا: حرقہ (بمعنی سوزش)، پھر آپ نے فرمایا: تمہاری بود و باش کی جگہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: حرّہ (یعنی گرمی)، اور دوبارہ دریافت پر کہ حرّہ کے کس حصّہ میں سکونت پذیر ہو؟ اس شخص نے کہا کہ ذاتِ نظیٰ (بمعنی شعلہ والا) میں۔ اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جا اپنے کنبہ کی خبر لے کہ وہ سب جل کر سوختہ ہوگئے، چناں چہ اس آدمی نے لوٹ کر اپنے کنبہ والوں کو سوختہ ساماں پایا۔

اس تاریخی واقعہ کو ابوالقاسم بن بشران نے ''فوائد'' میں اور جناب مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت یحییٰ بن سعید ''موطا'' میں اور ابن درید نے ''اخبار مشہورہ'' میں اور ابن کلبی نے ''جامع'' میں بیان کیا ہے۔

١٢. أَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ ﷺ قَالَ: إِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُحَدِّثُ عُمَرَ بِالْحَدِيْثِ فَكَذَبَهُ الْكِذْبَةَ فَيَقُوْلُ: احْبِسْ هٰذِهِ، ثُمَّ يُحَدِّثُهُ بِالْحَدِيْثِ فَيَقُوْلُ: احْبِسْ هٰذِهِ، فَيَقُوْلُ لَهُ: كُلُّ مَّا حَدَّثْتُكَ حَقٌّ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي أَنْ أَحْبِسَهُ. وَأَخْرَجَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: إِنْ كَانَ أَحَدٌ يَعْرِفُ الْكِذْبَ إِذَا حَدَّثَ فَهُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ.[1]

جناب ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص تھا جو دورانِ گفتگو میں حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے جب کوئی خاص جھوٹی بات کہتا تو آپ فرماتے: اس بات کو یاد رکھنا۔ پھر باتیں کرنے لگتا، اور پھر جب کوئی جھوٹ بات کہتا تو آپ اس کو ٹوک کر فرماتے: اس بات کو بھی یاد رکھنا۔ آخرکار اس شخص نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میری تمام گفتگو میں جہاں جہاں ٹوک کر آپ نے اس بات کو یاد رکھنا فرمایا ہے بس یہ جھوٹی ہیں اور مابقی پوری باتیں ٹھیک اور سچّی ہیں۔

حافظِ حدیث جناب ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں جھوٹی بات کو پہچاننا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا حق تھا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء، باب کرامات عمر ﷺ: ص ۹۱

ہر جھوٹی بات پہچان لینا یہ آپ کا سچّا ادراک بلکہ درحقیقت کشفِ فراست تھا جو خرقِ عادت ہے اور آپ کی کرامتوں کا مظہر ہے۔ اس شبہ کا جواب کہ بعض عقل مند بھی قرائن سے ایسی باتیں معلوم کر لیتے ہیں جن کو خرقِ عادات کہا جا سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عقل مندوں کا اندازہ صرف تحقیق پر مبنی ہوتا ہے اور ان کا قیاس بیشتر اوقات اس لیے صحیح نہیں ہوتا کہ وہ فراستِ کشفیہ کے مالک نہیں ہیں اور فراستِ کشفیہ میں کسی قرینہ کے تحقیق کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ ایسے کاشف کو خود بہ خود ضروری علم حاصل ہو جاتا ہے۔ نیز چوں کہ کشف کو شرعی حجّت قرار نہیں دیا گیا اس لیے محض کشف کی بنیاد پر کسی سے بدگمانی کرنا بھی جائز نہیں رکھا گیا ہے۔ پس جس صورت میں کشف پر عمل کرنے سے کوئی عذرِ شرعی لازم آئے تو ایسے کشف پر عمل نہ کیا جائے بلکہ اسبابِ ظاہری کی تحقیق پر جو نتیجہ ہاتھ آئے اس پر کاربند ہونا چاہیے۔

١٣. أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي "الدَّلَائِلِ" عَنْ أَبِي هُذْبَةَ الْحِمْصِيِّ قَالَ: أُخْبِرَ عُمَرُ بِأَنَّ أَهْلَ الْعِرَاقِ قَدْ حَصَبُوْا أَمِيْرَهُمْ، فَخَرَجَ غَضْبَانَ فَصَلّٰى فَسَهَا فِي صَلَاتِهٖ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ قَدْ لَبِسُوْا عَلَيَّ فَالْبَسْ عَلَيْهِمْ وَعَجِّلْ عَلَيْهِمْ بِالْغُلَامِ الثَّقَفِيِّ يَحْكُمُ فِيْهِمْ بِحُكْمِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَقْبَلُ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَلَا يَتَجَاوَزُ عَنْ مُّسِيْئِهِمْ، قُلْتُ: أَشَارَ بِهٖ إِلَى الْحَجَّاجِ. قَالَ ابْنُ لَهِيْعَةَ: وَمَا وُلِدَ يَوْمَئِذٍ.[1]

علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "الدلائل" میں بروایت ابی ہدبہ حمصی بیان کیا ہے کہ عراقیوں کے اپنے حاکمِ اعلیٰ کو سنگ سار کرنے کی خبر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو ان کی یہ ناشائستہ حرکت سن کر آپ کو غصّہ آیا اور آپ نے نماز ادا فرمائی جس میں آپ کو سجدہ سہو لازمی ہو گیا۔ آپ نے نماز ختم کر کے دعا کی کہ اے اللہ! ان ظالم عراقیوں نے مجھے شبہ میں ڈال دیا جس سے میری نماز میں سہو ہو گیا۔ اے بارِ خدایا! تو ان کو بھی شبہ میں ڈال دے اور نوعمر ثقفی کی حکومت کو ان پر جلدی سے مسلّط کر دے تا کہ ان پر زمانۂ جاہلیت جیسی حکومت نظر آئے۔ نیک و بد کی مطلق تمیز نہ کرنے والی رعایا پر یہ نئی حکومت اپنا حکم چلائے اور ان کی برائیوں سے

[1] تاريخ الخلفاء: ص ۹۱

درگذر کر کے ان کی اچھائیوں کو شرفِ قبول بھی نہ دے۔ علامہ کہتے ہیں کہ اس نئی حکومت سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مراد حجاج سے تھی۔ ابن لہیعہ کا بیان ہے کہ حجاج اس تاریخ تک پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا غصہ کی حالت میں ان ظالم عراقیوں کے لیے بددعا کرنا جس سے بددعا کا غالب گمان واضح ہے کہ یہ بددعا دراصل دعویٰ اور مقابلہ کے عنوان اور طریق پر ہے اور اس صورت میں اس قسم کی دعا کرنا درست اور جائز ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ آپ کی ہر دعا کا قبول ہونا خرقِ عادت اور کرامت ہے۔

١٤. أَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ إِنَّ الْجِنَّ نَاحَتْ عَلٰى عُمَرَ[1]

جناب ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات پر جنات نے بھی اظہارِ رنج و غم کیا اور نوحہ پڑھا۔

١٥. أَخْرَجَ الْحَاكِمُ رحمہ اللہ عَنْ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ: سَمِعَ صَوْتٌ بِجَبَلِ تَبَالَةَ حِيْنَ قُتِلَ عُمَرُ ع

لِيَبْكِ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا
فَقَدْ أَوْشَكُوْا صَرْعٰى وَمَا قَدِمَ الْعَهْدُ
وَأَدْبَرَ الدُّنْيَا وَأَدْبَرَ خَيْرَهَا
وَقَدْ مَلَّهَا مَنْ كَانَ يُوْقِنُ بِالْوَعْدِ[2]

حضرت حاکم رحمہ اللہ نے مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقتول ہوئے تو جبلِ تبالہ سے یہ آواز آئی: اسلام سے محبّت رکھنے والے کو اسلام کی حالت پر رونا چاہیے۔ اسلامی زمانہ اگرچہ پرانا نہیں لیکن اہلِ اسلام بچھڑ گئے اور مسلمانوں میں ضعف نمودار ہوگیا۔ دنیا کی اچھائیوں اور دنیا والوں نے اسلام سے منہ موڑ لیا اور جس کو موت کا یقین ہے وہ تو اس دنیا میں ملول اور رنجیدہ ہی رہتا ہے۔

چوں کہ دنیاوی نعمتیں فنا ہونے والی ہیں اور آخرت میں حشر و نشر اور بقا پیش آنے والی

---

[1]، [2] تاریخ الخلفاء: ص ١٠٣

ہے اس لیے اس دنیا میں عقل مندوں کو سکونِ جامد جس کو چین اور سکھ کا نام دیا گیا ہے ہرگز ہرگز نہیں مل سکتا۔

جنات کی گریہ وزاری اور ان کے آہ وبکا کا سنا جانا نہ صرف عجیب وغریب امر ہے بلکہ یہ بات خوارقِ عادت میں داخل ہے۔

١٦. أَخْرَجَ أَبُوْ الشَّيْخِ فِيْ كِتَابِ الْعِصْمَةِ عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَجَّاجِ عَمَّنْ حَدَّثَهُ قَالَ: لَمَّا فُتِحَتْ مِصْرُ أَتَى أَهْلُهَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ حِيْنَ دَخَلَ يَوْمٌ مِنْ أَشْهُرِ الْعَجَمِ، فَقَالُوْا: يَآأَيُّهَا الْأَمِيْرُ! إِنَّ لِنِيْلِنَا هٰذَا سُنَّةً لَا يَجْرِيْ إِلَّا بِهَا، قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوْا: إِذَا كَانَ إِحْدٰى عَشْرَةَ لَيْلَةً تَخْلُوْا مِنْ هٰذَا الشَّهْرِ عَهِدْنَا إِلٰى جَارِيَةٍ بِكْرٍ بَيْنَ أَبَوِيْهَا فَأَرْضَيْنَا أَبَوِيْهَا وَجَعَلْنَا عَلَيْهَا مِنَ الثِّيَابِ وَالْحُلِيِّ أَفْضَلَ مَا يَكُوْنُ ثُمَّ أَلْقَيْنَاهَا فِيْ هٰذَا النِّيْلِ. فَقَالَ لَهُمْ عَمْرٌو: وَإِنَّ هٰذَا لَا يَكُوْنُ أَبَدًا فِي الْإِسْلَامِ، وَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ. فَأَقَامُوْا وَالنِّيْلُ لَا يَجْرِيْ قَلِيْلًا وَلَا كَثِيْرًا حَتّٰى هَمُّوْا بِالْجَلَاءِ، فَلَمَّا رَأٰى ذٰلِكَ عَمْرٌو كَتَبَ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ بِذَالِكَ، فَكَتَبَ لَهُ أَنْ قَدْ أَحْبَبْتَ بِالَّذِيْ فَعَلْتَ، وَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ، وَبَعَثَ بِطَاقَةً فِيْ دَاخِلِ كِتَابِهِ، وَكَتَبَ إِلٰى عَمْرٍو رضی اللہ عنہ: إِنِّيْ قَدْ بَعَثْتُ بِطَاقَةً فِيْ دَاخِلِ كِتَابِيْ فَأَلْقِهِ فِي النِّيْلِ، فَلَمَّا قَدِمَ كِتَابُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ إِلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ أَخَذَ الْبِطَاقَةَ فَفَتَحَهَا فَإِذَا فِيْهَا:

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِلٰى نِيْلِ مِصْرَ.

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنْ كُنْتَ تَجْرِيْ مِنْ قِبَلِكَ فَلَا تَجْرِ، وَإِنْ كَانَ اللّٰهُ يُجْرِيْكَ فَأَسْأَلُ اللّٰهَ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ أَنْ يُجْرِيَكَ، فَأَلْقَى الْبِطَاقَةَ فِي النِّيْلِ قَبْلَ الصَّلِيْبِ بِيَوْمٍ فَأَصْبَحُوْا وَقَدْ أَجْرَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعًا فِيْ لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ فَقَطَعَ اللّٰهُ تِلْكَ السُّنَّةَ عَنْ أَهْلِ مِصْرَ إِلَى الْيَوْمِ۔[1]

---

[1] تاريخ الخلفاء: ص ٩٠، ٩١

حافظ الحدیث ابوالشیخ نے کتاب العصمۃ میں قیس بن حجاج کے ذریعہ بیان کنندہ سے روایت کی ہے کہ مصر فتح ہونے کے بعد عجمی مہینوں میں سے ایک مہینہ کی پہلی تاریخ کو ایک وفد نے رئیسِ مملکتِ مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا: اے امیر المؤمنین! ہمارا ایک معمول ہے اور جب تک اس کی تکمیل نہ کردی جائے ہمارے اس دریائے نیل میں روانی نہیں آتی۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بتاؤ تو تمہارا معمول کیا ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارا سالانہ دستور یہ ہے کہ ہر سال ایک کنواری نوجوان لڑکی کو جو اپنے والدین کی اکلوتی ہوتی ہے اس کے والدین کو راضی کرلیتے ہیں اور پھر اس کو نہلا دھلا کر اس کو اچھے اچھے کپڑے اور عمدہ سے عمدہ زیورات پہنا کر اور اس کو خوب سجا بنا کر دریائے نیل کی نذر کردیتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ سن کر فرمایا: یہ سب کچھ ایامِ جاہلیت کی رسوم ہیں اور خدا کی قسم! اسلام کے عہد میں تو ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اسلام نے زمانۂ جاہلیت کے تمام رسوم کو ختم کردیا ہے۔ چناں چہ تمام مصری خاموش ہوگئے اور اس سال زندہ لڑکیوں کو اس طرح ڈبونے کی رسم ادا نہ ہونے سے دریائے نیل کی روانی رکی رہی۔ دریا کی روانی کو بند دیکھ کر لوگوں نے ترکِ وطن کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان تمام حالات کی امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی۔ جنھوں نے جواب میں لکھا کہ اے عمرو بن عاص! تم نے جو کچھ کیا درست، اور تمہاری رائے بالکل ٹھیک ہے۔ اسلام نے رسومِ سابق کو جڑ پیڑ سے اُکھاڑ دیا ہے۔ نیز اپنے مکتوب گرامی میں ایک علیحدہ پرچہ رکھ کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ تمہارے موسومہ خط میں ہم ایک علیحدہ پرچہ بھیج رہے ہیں اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔ پس عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے موسومہ خط میں اس علیحدہ پرچہ کو پڑھا جس میں مرقوم تھا:

ازطرف عبداللہ عمر امیر المؤمنین بنام نیل مصر۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد اگر تو باختیارِ خود بہتا ہے تو ہرگز مت چل۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو رواں کرتے ہیں تو میں خداوند یکتا و زبردست سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھ کو جاری کرے۔ چناں چہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ستارہ صلیب نکلنے سے ایک دن پہلے رات کے وقت اس حکم نامہ کو

دریائے نیل میں ڈال دیا۔ دوسرے دن صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ اونچا پانی دریائے نیل میں اللہ تعالیٰ نے جاری فرما کر لڑکی کے ڈباؤ کے دستورِ قدیم کو اہلیانِ مصر سے آج تک کے لیے مسدود و منقطع کر دیا۔

معزز حکم نامہ میں "إِنْ كَانَ" یعنی اجرائے آب میں لفظ ''اگر'' سے تو بہ توبہ کوئی بھی یہ شک نہیں کر سکتا کہ اللہ کے سوا کوئی اور دوسری طاقت پانی پر قابض ہے، بلکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس قسم کی تحریر سے تاکید ثابت ہوتی ہے۔ یعنی اے دریائے نیل! تُو تو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہے، اس پر تیرا کوئی اقتدار اور اختیار نہیں ہے اور ''جاری مت ہو'' کا لفظ لکھنا محض زجر و توبیخ اور سرزنش کے لیے تھا، وگرنہ ظاہر ہے کہ وہ کسی طرح کا بھی مختار نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اس سے دنیا کی ہر چیز ڈرتی ہے۔ اللہ سے ڈرنے والی شخصیت کی سب پر حکومت ہوتی ہے۔

۱۷. عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ الْخُزَاعِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ مَنْ يَّذْكُرُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَنَّهُ ذَهَبَ إِلٰى قَبْرِ شَابٍّ فَنَادَاهُ يَا فُلَانُ! وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ، فَأَجَابَهُ الْفَتٰى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ: يَا عُمَرُ! قَدْ أَعْطَانِيْهَا رَبِّيْ فِي الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ. وَالْقِصَّةُ بِطُوْلِهٖ مَعْزُوٌّ لِابْنِ عَسَاكِرَ.[1]

یحییٰ بن ایوب خزاعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان کی قبر پر جا کر فرمایا کہ جو شخص اپنی زندگی میں پروردگارِ عالم سے ڈرتا رہا تو اللہ تعالیٰ جنّت میں اس کو دو باغ دے گا۔ (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ یہ سورۂ رحمٰن میں موجود ہے) اس نوجوان نے اپنی قبر میں سے جواب دیا: اے فاروق اعظم! مجھے تو پروردگار نے ایسے باغ دو مرتبہ عنایت فرمائے ہیں۔

اس دراز قصّہ کو حافظ حدیث ابن عساکر نے بھی بیان کیا ہے۔

۱۸. عَنْ مِعْدَانَ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ فِيْ قِصَّةٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُ رُؤْيَا كَأَنَّ دِيْكًا أَحْمَرَ نَقَرَنِيْ نَقْرَتَيْنِ وَلَا

[1] قرة العينين: ص ۹۷، ۹۸

أُرٰى ذٰلِكَ إِلَّا لِحُضُوْرِ أَجَلِي. أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ.[1]

حضرت معدان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ کے تحت لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: لوگو سنو! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک لال مرغ نے مجھے دو ٹھونگیں ماریں، اور اس خواب کی تعبیر میری موت کی قربت ہے۔

اس واقعہ کو ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

چوں کہ یہ خواب الہامی کشف تھا جو آپ کی رحلت سے ثابت ہوا۔ اور یہ بھی آپ کی کرامت کو ظاہر کرتا ہے۔

١٩. عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَوْ نُحَدِّثُ أَنَّ شَيَاطِيْنَ كَانَتْ مُصَفَّدَةً فِيْ إِمَارَةِ عُمَرَ، فَلَمَّا أُصِيْبَ بَثَّتْ. رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ.[2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تمام شیطان مقید اور بند تھے، لیکن ان کے وصال کے بعد یہ سارے طاغوت پھیل گئے۔ اس خبر کو حافظ حدیث ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا ہے۔

٢٠. عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: مَا سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ لِشَيْءٍ قَطُّ: إِنِّي لَأَظُنُّهُ كَذَا إِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ. بَيْنَمَا عُمَرُ جَلَسَ إِذْ مَرَّ بِهِ رَجُلٌ فَقَالَ: لَقَدْ أَخْطَأَ ظَنِّيْ وَأَنَّ هٰذَا عَلٰى دِيْنِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَلَقَدْ كَانَ كَاهِنُهُمْ، عَلَيَّ الرَّجُلَ، فَدُعِيَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: لَقَدْ أَخْطَأَ ظَنِّيْ وَأَنَّكَ لَعَلٰى دِيْنِكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَلَقَدْ كُنْتَ كَاهِنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ اسْتُقْبِلَ بِهِ رَجُلٌ مُسْلِمٌ، فَقَالَ: إِنِّيْ أَعْزِمُ عَلَيْكَ إِلَّا مَا أَخْبَرْتَنِيْ، قَالَ: كُنْتُ كَاهِنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.[3]

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کہیں یہ کہتے نہیں سنا کہ میں امر کے متعلق یہ اور یہ گمان کرتا ہوں لیکن حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ جیسا آپ فرماتے تھے ویسا ہی ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ تشریف فرما تھے کہ سامنے سے ایک

---

[1] قرة العينين: ص ١٠٣ [2] كنز العمال: ج ٦، ص ٣٣٦ [3] تيسير: ج ٢، ص ١٤٥

شخص گذرا۔ آپ نے فرمایا کہ میرا گمان غلط نکلا۔ یہ تو زمانۂ جاہلیت میں نجومی اور فال بتانے والا تھا اور اب تک اپنے پرانے دین پر ہے۔ ذرا اس کو میرے پاس تو لاؤ۔ جب وہ حاضر ہو گیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میرا یہ گمان غلط ہے کہ اب تک تم اپنے پرانے مذہب پر قائم ہو اور زمانۂ جاہلیت میں تم نجومی اور فال دیکھنے والے تھے۔

اس نجومی نے جواب دیا: میں نے آج تک تم جیسا مسلمان نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: تو اچھا اب تم مجھے اپنے پورے حالات بتاؤ۔ اس پر اس نجومی نے کہا کہ ہاں میں ایامِ جاہلیت میں اُن کا کاہن تھا۔ اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا ہے۔

کراماتِ حضرت سیّدنا عثمان بن عفان ذی النورین رضی اللہ عنہ

۲۱. عَنْ مَالِكٍ وَكَانَ (أَيْ عُثْمَانُ مَقْتُوْلًا) عَلٰى بَابٍ وَأَنَّ رَأْسَهُ لَيَقُوْلُ: "طُقْ طُقْ" حَتّٰى صَارُوْا بِهٖ إِلٰى حَشِّ كَوْكَبٍ فَاحْتَفَرُوْا لَهٗ.[1]

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ خلیفۂ سوم حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ شہید کی نعش مبارک آپ کے دروازہ پر رکھی ہوئی تھی اور آپ کی زبانِ مبارک سے "طق طق" (دفن دفن) کی پے در پے آواز آ رہی تھی۔ چناں چہ آپ کی نعش مبارک باغِ کوکب پہنچائی گئی۔ جہاں آپ دفن کیے گئے۔

۲۲. وَفِي الْقِصَّةِ الْمَذْكُوْرَةِ قَالَ مَالِكٌ: وَكَانَ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ يَمُرُّ بِحَشِّ كَوْكَبٍ فَيَقُوْلُ: إِنَّهٗ سَيُدْفَنُ هٰهُنَا رَجُلٌ صَالِحٌ.

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سیّدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ جب کبھی باغِ کوکب سے گذرتے تو فرماتے کہ یہاں عن قریب ایک نیک مرد دفن کیا جائے گا۔ چناں چہ آپ خود وہاں دفن کیے گئے۔

۲۳. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّ عُثْمَانَ أَصْبَحَ فَحَدَّثَ فَقَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَنَامِ اللَّيْلَةَ، فَقَالَ: يَا عُثْمَانُ! أَفْطِرْ عِنْدَنَا فَأَصْبَحَ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ

---

[1] استیعاب: ج ۲، ص ۴۹۱

صَائِمًا فَقُتِلَ مِنْ يَوْمِهِ. أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ.[1]

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے ایک دن صبح کے وقت بیان فرمایا: میں نے رات کو دیکھا کہ سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! آج کا روزہ ہمارے پاس کھولنا۔

چناں چہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو روزہ کی حالت میں اسی دن شہید کیا گیا۔

اس واقعہ کو حاکم نے بھی بیان کیا ہے۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ بھی کہتے سنا کہ اے عثمان! تم جمعہ کے دن ہمارے پاس آجاؤ گے۔[2]

چوں کہ جمعہ کے دن ہی آپ نے روزہ کی حالت میں جامِ شہادت نوش فرمایا جس سے آپ کا خواب مزید کسی تعبیر کا محتاج نہیں رہا۔ یہ آپ کی کرامت نہیں تو کیا چیز تھی۔

۲۴. عَنْ مِحْجَنٍ مَوْلَى عُثْمَانَ ﷺ قَالَ: كُنْتُ مَعَ عُثْمَانَ فِي أَرْضِهِ فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ أَعْرَابِيَّةٌ بِضُرٍّ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ، فَقَالَ: أَخْرِجْهَا يَا مِحْجَنُ، فَأَخْرَجْتُهَا، ثُمَّ رَجَعَتْ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ، فَقَالَ: أَخْرِجْهَا يَا مِحْجَنُ، فَأَخْرَجْتُهَا، ثُمَّ رَجَعَتْ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ، فَقَالَ عُثْمَانُ: وَيْحَكَ يَا مِحْجَنُ! أَرَاهَا بِضُرٍّ، وَأَنَّ الضُّرَّ يَحْمِلُ عَلَى الشَّرِّ فَاذْهَبْ بِهَا فَضُمَّهَا إِلَيْكَ فَأَشْبِعْهَا وَاكْسِهَا، فَذَهَبْتُ بِهَا فَفَعَلْتُ ذَالِكَ بِهَا حَتّٰى رَجَعَتْ إِلَيْهَا نَفْسُهَا. ثُمَّ قَالَ عُثْمَانُ: أَوْقِرْ لَهَا حِمَارًا مِنْ تَمْرٍ وَدَقِيْقٍ وَزَبِيْبٍ ثُمَّ اذْهَبْ بِهَا فَإِذَا مَرَّ قَوْمٌ يَغْدُوْنَ بَادِيَةَ أَهْلِهَا فَضُمَّهَا إِلَيْهِمْ ثُمَّ قُلْ لَهُمْ: يُؤَدُّوْهَا إِلَى أَهْلِهَا، فَفَعَلْتُ ذَالِكَ بِهَا، فَبَيْنَا أَنَا أَسِيْرُ بِهَا إِذْ قُلْتُ لَهَا: أَتُقِرِّيْنَ بِمَا أَقْرَرْتِ بِهِ بَيْنَ يَدَيْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَتْ: لَا إِنَّمَا قُلْتُ ذَالِكَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَنِي. رَوَاهُ الْعُقَيْلِيُّ.

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام محجن کہتے ہیں کہ ایک دن میں آپ کے

---

[1] قرة العينين: ص ۱۳۸ [2] تفصیل کے لیے "قرة العينين" صفحہ ۱۳۸۔

ساتھ آپ کی ایک زمین پر گیا جہاں ایک عورت نے جو کسی تکلیف کا شکار تھی آپ کے پاس آ کر عرض کیا: اے امیر المؤمنین! مجھ سے زنا کی غلطی ہوگئی ہے۔ اس پر آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس عورت کو نکال دو۔ چناں چہ میں نے اس کو بھگا دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس عورت نے آ کر پھر کہا کہ میں نے تو زنا کیا ہے۔

چناں چہ سرکار کے فرمانے پر کہ اے مجن! اسے باہر نکال دو میں نے دور بھگا دیا، اور تیسری مرتبہ اس عورت نے پھر آ کر کہا: اے خلیفۂ وقت! میں نے بلاشک وشبہ زنا کیا ہے اور میرے تین مرتبہ کے اقرار پر حد زنا جاری فرمائی جائے۔ اس پر میرے آقا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: او ناواقف مجن! اس عورت پر مصیبت آپڑی ہے اور مصیبت و تکلیف ہمیشہ شر و فساد کا سبب ہوتی ہے۔ تم جاؤ اور اس کو اپنے ساتھ لے جا کر اس کو پیٹ بھر روٹی اور تن بھر کپڑا دو۔ اس دیوانی کو میں اپنے ساتھ لے گیا اور اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو میرے آقا نے فرمایا تھا۔ یعنی میں نے آرام سے رکھا، تھوڑے دنوں بعد جب اس کے ہوش وحواس ٹھکانے لگے اور وہ مطمئن ہوگئی تب آپ نے فرمایا کہ اچھا اب کھجور، آٹا اور کشمش سے ایک گدھا بھر کر کل اس کو جنگل کے باشندوں کے پاس لے جاؤ اور ان بادیہ نشینوں سے کہو کہ اس عورت کو اس کے کنبہ والوں اور اہل وعیال کے پاس پہنچا دیں۔

چناں چہ میں کھجوروں، کشمش اور آٹے سے بھرے ہوئے گدھے کو لے کر اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ میں نے راستہ چلتے چلتے کہا کہ کیا اب بھی تم اس بات کا اقرار کرتی ہو جس کا تم نے امیر المؤمنین کے سامنے اقرار کیا تھا؟ وہ کہنے لگی: نہیں ہرگز نہیں، کیوں کہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ تو صرف تکلیفوں اور مصیبتوں کے پہاڑ پھٹ پڑنے سے کہا تھا تا کہ حد لگا دی جائے اور مصیبتوں سے نجات پا جاؤں۔ اس واقعہ کو عقیلی نے بھی روایت کیا ہے۔

لوگو! دیکھو، الہامی کشف تھا جو بالکل صحیح واقعہ ثابت ہوا۔ اس سے بڑھ کر اور کس کرامت کے طلب گار ہو۔ خلیفۂ سوم سیّدنا عثمان ذی النورین مجسّم کرامت تھے ان کی کرامتوں کو مشتے از خروارے بیان کیا ہے۔

کراماتِ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۲۵. قَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ: أَمَا إِنَّ هٰذَا قَاتِلِيْ، قِيْلَ: فَمَا يَمْنَعُكَ مِنْهُ، قَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَقْتُلْنِي بَعْدُ.[1]

حضرت شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: آگاہ ہوجاؤ یہ شخص مجھے قتل کرے گا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ اس کے قصاص کے بارے میں کیا چیز مانع ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس نے ابھی تک مجھ کو قتل نہیں کیا ہے۔ اس لیے اس سے قصاص لینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ آخرکار جیسا کہ آپ نے فرمایا: وہی شیطنت پیش آئی۔ یعنی بدبخت ابن ملجم نے آپ کو شہید کیا۔

دیکھیے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہر گفتگو میں الہامی کشف ہوا کرتا تھا جو ان حضرات کی کرامات ہیں۔

۲۶. أَخْرَجَ الطَّبَرَانِيُّ فِي "الْأَوْسَطِ" وَأَبُوْ نُعَيْمٍ فِي "الدَّلَائِلِ" عَنْ زَاذَانَ أَنَّ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ حَدَّثَ بِحَدِيْثٍ وَكَذَّبَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: أَدْعُوْ عَلَيْكَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا، قَالَ: اُدْعُ. فَدَعَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَبْرَحْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهُ.[2]

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''الاوسط'' میں اور ابونعیم نے کتاب ''الدلائل'' میں جناب زاذان سے روایت کی ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے کسی سے گفتگو فرمائی جس نے دورانِ گفتگو ہی میں آپ کو جھٹلایا۔ اس پر جناب شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جھوٹا تو دراصل تو ہے اور کیا تیرے جھوٹ کے اظہار کے لیے میں جناب باری عزاسمہ میں بددعا کروں؟ اس بے وقوف نے اپنے جھوٹ کو چھپانے کے لیے بڑی دلیری سے کہا کہ میں تو سچا ہوں۔ اگر میں جھوٹا ہوں گا تو آپ کی بددعا مجھے لگے گی آپ شوق سے بددعا کیجیے۔ چناں چہ جناب علی رضی اللہ عنہ نے اس جھوٹے کے حق میں بددعا کی اور آپ کی دعا قبول ہوگئی۔ یعنی وہ جھوٹا ابھی بیٹھا تھا کہ بددعا کے ساتھ ہی اندھا ہوگیا اور مجلس سے اٹھنے بھی نہ پایا۔

---

[1] استیعاب: ج ۲، ص ۴۸۳ [2] تاریخ الخلفاء: ص ۱۲۵، ۱۲۶

۲۷. عَنْ أَبِي يَحْيٰى قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا ﷺ يَقُوْلُ: أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَأَخُوْ رَسُوْلِهٖ لَا يَقُوْلُهَا أَحَدٌ بَعْدِي إِلَّا كَاذِبٌ. فَقَالَهَا رَجُلٌ فَأَصَابَتْهُ جُنَّةٌ. رَوَاهُ الْعَدَنِيُّ.[1]

حضرت ابویحیٰ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول اللہ کا بھائی ہوں اور اس کلمہ کو میرے بعد سوائے کسی کذاب کے اور کوئی زبان پر نہیں لائے گا۔

عدنی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ان کلمات کو جس نے اپنی زبان سے ادا کیا وہ فوراً ہی مجنون اور پاگل ہوگیا۔

۲۸. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ: خَطَبَ عَلِيٌّ ﷺ فَقَالَ: أُنْشِدُ اللّٰهَ امْرَأً نَشْدَةَ الْإِسْلَامِ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ غَدِيْرِ خُمٍّ أَخَذَ بِيَدِي يَقُوْلُ: أَلَسْتُ أَوْلٰى بِكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ. اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَّصَرَهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ إِلَّا قَامَ، فَشَهِدَ بِضْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَشَهِدُوْا وَكَتَمَ قَوْمٌ فَمَا فَنَوْا مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا عَمُوْا وَبَرِصُوْا. رَوَاهُ الْخَطِيْبُ فِي الْأَفْرَادِ.[2]

قاضی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ جناب شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھتے میں فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں اسلامی قسم دلاتا ہوں ہر اس شخص کو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مکّہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بیچ میں جحفہ کے پاس جو مقام غدیرِ خم کے نام سے موسوم ہے اس میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ اے مسلمانو! کیا میں تمہاری جانوں سے زیادہ تم کو پیارا نہیں ہوں؟ ان سب لوگوں کے اقرار کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں جس کا پیارا ہوں تو علی بھی اس کے پیارے ہیں۔ اے پروردگار! تو محبوب کرلے اس کو جو محبوب کرے علی کو، اور دشمنی کا مزہ چکھادے اس کو جو علی سے دشمنی رکھے، اور اے بارِ خدایا!

[1] کنز العمال: ج ۲، ص ۳۹۶　[2] کنز العمال: ج ٦، ص ۳۹۷

جو علی کی مدد کرے تو تو اس کی مدد کر، اور ذلیل و رسوا کر اس کو جو علی کو مصیبت میں تنہا چھوڑ دے۔ لوگو! سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اقوال کہتے ہوئے جس کسی نے سنا ہو وہ کھڑا ہو جائے۔ چناں چہ دس سے زیادہ آدمیوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ ان آدمیوں کے سوا ایک قوم نے اس شہادت کو چھپایا جس کی وجہ سے ان کو برص کا مرض ہو گیا۔ یعنی ان کے جسم پر سفید داغ پڑ گئے اور وہ سب اندھے ہو کر اس دنیا سے فنا ہوئے۔

اس واقعہ کو خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے افراد میں بیان کیا ہے۔

آپ نے یہ زندہ کرامت دیکھی کہ اس قوم کے افراد اندھے ہو ہو کر موت کے گھاٹ اترتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ کُلِّ الْخَطَایَا.

۲۹. عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: عَرَضَ بِعَلِيٍ رَجُلَانِ فِي خَصُوْمَةٍ فَجَلَسَ فِي أَصْلِ جِدَارٍ فَقَالَ رَجُلٌ: الْجِدَارُ فَقَالَ: امْضِ کَفٰی بِاللّٰهِ عَارِضًا فَقَضٰی بَیْنَهُمَا وَقَامَ ثُمَّ سَقَطَ الْجِدَارُ. رَوَاهُ أَبُوْ نُعَیْمٍ فِي "الدَّلَائِلِ".[1]

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار جناب امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے جناب شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ان کا جھگڑا سننے کے لیے آپ ایک دیوار کی جڑ میں بیٹھ گئے۔ ایک نے کہا کہ دیوار گر رہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنا بیان شروع کرو۔ حفاظت کے لیے اللہ کافی ہے۔ جب ان دونوں کے بیانات سن کر مقدمہ کا فیصلہ کر کے کھڑے ہو گئے تو اس کے بعد وہ دیوار گر پڑی۔

اس واقعہ کو ابونعیم نے کتاب "الدلائل" میں بیان کیا ہے۔

۳۰. عَنْ أَبِي الْبُخْتَرِيِّ أَنَّ رَجُلًا أَتٰی عَلِیًّا فَأَثْنٰی عَلَیْهِ وَکَانَ قَدْ بَلَغَهُ عَنْهُ قَبْلَ ذَالِكَ شَيْءٌ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: لَیْسَ مَا تَقُوْلُ وَأَنَا فَوْقَ مَا فِي نَفْسِكَ. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي الدُّنْیَا وَابْنُ عَسَاکِرَ.[2]

ابوالبختری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر آپ کی بڑھ چڑھ

---

[1] کنز العمال: ج۲، ص ۴۰۲ [2] کنز العمال: ج۲، ص ۴۰۹

کر تعریف کرنا شروع کی۔ اس شخص کے متعلق جناب علی رضی اللہ عنہ کو اس سے پہلے ہی کچھ معلومات ہو چکی تھیں۔ آپ نے فرمایا: تو جو منافقانہ مدح سرائی کر رہا ہے میں تو اس سے بہت زیادہ بلند ہوں۔ یعنی تو جس قدر میرا مرتبہ سمجھتا ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سربلندی اور ذی مرتبہ کیا ہے۔ اس واقعہ کو ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے بھی بیان کیا ہے۔

حیدر کرار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس جھوٹے مدح سرا کی خوشامد کا کشف بذریعۂ الہام ہو جانا کرامت ہے۔

۳۱. عَنْ جَعْفَرٍ لَمَّا دَخَلَ رَمَضَانُ كَانَ عَلِيٌّ ﷺ يُفْطِرُ عِنْدَ الْحَسَنِ ﷺ لَيْلَةً وَعِنْدَ الْحُسَيْنِ ﷺ لَيْلَةً وَلَيْلَةً عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ لَا يَزِيْدُ عَلَى اللُّقْمَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. فَقِيْلَ لَهُ، فَقَالَ: إِنَّمَا هِيَ لَيَالٍ قَلَائِلُ يَأْتِي أَمْرُ اللّٰهِ وَأَنَا خَمِيْصٌ، فَقُتِلَ مِنْ لَيْلَةٍ. رَوَاهُ الْعَسْكَرِيُّ.[1]

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ رمضان کا مہینہ تھا اور جناب شیرِ خدا رضی اللہ عنہ ایک ایک دن جناب امام حسن رضی اللہ عنہ، جناب امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس روزہ افطار کرتے تھے۔ آپ دو تین لقموں سے زیادہ تناول نہیں کرتے تھے۔ آپ کی کم خوردنی دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ آپ اس قدر کم کیوں کھا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میری زندگی تو بہت تھوڑی سی رہ گئی ہے۔ وہ وقت قریب ہے کہ میں بھوکا رہوں گا اور موت کا فرشتہ آجائے گا۔ آپ اسی شب میں شہید کر دیے گئے۔ اس واقعہ کو عسکری نے بھی بیان کیا ہے۔

۳۲. عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ﷺ أَنَّ عَلِيًّا ﷺ قَالَ: لَقِيَنِي يَعْنِي حَبِيْبِي فِي الْمَنَامِ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ فَشَكَوْتُ إِلَيْهِ مَا لَقِيْتُ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ بَعْدَهُ فَوَعَدَنِي الرَّحْمَةَ مِنْهُمْ إِلٰى قَرِيْبٍ فَمَا بَعَثَ إِلَّا ثَلَاثًا. رَوَاهُ الْعَدَنِيُّ.[2]

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کو خواب میں میرے محبوب یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے عراقیوں کے طرزِ عمل کی شکایت کی جو آپ کے بعد انھوں نے مجھے مخالفت اور ایذا رسانی

---

[1] کنز العمال: ج ٦، ص ٤٠٩ [2] کنز العمال: ج ٦، ص ٤١١

کر کے پہنچائیں۔ اس پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان کی ایذا رسانی سے نجات دلا کر عن قریب راحت و آرام دلانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس خواب کے بعد شیرِ خدا رضی اللہ عنہ صرف تین دن اس دنیا میں مقیم رہے اور اس کے بعد شہید کر دیے گئے۔ اس واقعہ کو عدنی نے بھی بیان کیا ہے۔

۳۳. عَنِ الْحَسَنِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: خَرَجَ عَلِيٌّ إِلَى الْفَجْرِ فَأَقْبَلَ الْوَزُّ يَصِحْنَ فِي وَجْهِهِ فَطَرَدُوْهُنَّ عَنْهُ، فَقَالَ: ذَرُوْهُنَّ؛ فَإِنَّهُنَّ نَوَائِحُ، فَضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجِمٍ. رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ.[1]

جناب حسن بن کثیر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نمازِ فجر کے لیے تشریف لے گئے جہاں بطخیں آپ کے سامنے آ کر آپ کو دیکھ دیکھ کر چلّانے لگیں۔ لوگوں نے ان کو آپ کے پاس سے ہنکایا تو آپ نے فرمایا: ان کو رہنے دو، چھوڑ دو، یہ تو نوحہ پڑھ رہی ہیں۔ پھر ابن ملجم نے آپ کو شہید کیا۔

اس واقعہ کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

۳٤. عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ قَالَ: خَطَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما، وَقَالَ فِيْهِ: كَانَ النَّبِيُّ إِذَا بَعَثَهُ فِي سَرِيَّةٍ كَانَ جِبْرِيْلُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَمِيْكَائِيْلُ عَنْ يَسَارِهِ فَلَا يَرْجِعُ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ.[2]

جناب عاصم بن ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جناب امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ایک تقریر کے دوران فرمایا کہ سرکارِ دو جہاں جب والدِ بزرگوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی جہاد میں روانہ کرتے تو آپ کے داہنی طرف جبرئیل امین علیہ السلام اور بائیں جانب حضرت میکائیل علیہ السلام ہوتے تھے اور آپ اس جنگ کو جیت کر واپس آ جاتے تھے۔ یعنی جہاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام رہا کرتے تھے اور اللہ کی امداد سے جناب شیرِ خدا رضی اللہ عنہ اس جنگ کو جیت لیتے تھے۔

اس روایت کو ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا ہے۔

---

[1] کنز العمال: ج ٦، ص ٤١٣ [2] کنز العمال: ج ٦، ص ٤١٢

۳۵. عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ حِيْنَ بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِرَايَتِهِ، فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْحِصْنِ خَرَجَ إِلَيْهِ أَهْلُهُ فَقَاتَلَهُمْ فَضَرَبَهُ رَجُلٌ مِنَ الْيُهُوْدِ فَطَرَحَ تُرْسَهُ مِنْ يَدِهِ فَتَنَاوَلَ عَلِيٌّ بَابًا كَانَ عِنْدَ الْحِصْنِ فَتَرَّسَ بِهِ نَفْسَهُ، فَلَمْ يَزَلْ فِي يَدِهِ وَهُوَ يُقَاتِلُ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ أَلْقَاهُ مِنْ يَدِهِ حِيْنَ فَرَغَ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي سَفَرٍ مَعِي سَبْعًا أَنَا ثَامِنُهُمْ نَجْهَدُ عَلٰى أَنْ نُقَلِّبَ ذَاكَ الْبَابَ. رَوَاهُ أَحْمَدُ.[1]

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جھنڈا دے کر خیبر کی طرف روانہ کیا تو ہم بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب ہم قلعہ خیبر کے پاس پہنچے جو مدینہ منورہ کے قریب ہے تو خیبر والے آپ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے کشتوں کے پشتے لگادیے تھے کہ آپ پر ایک یہودی نے چوٹ کرکے آپ کے ہاتھ سے آپ کی ڈھال گرادی۔ اس پر جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے ایک دروازہ کو اکھیڑ کر اپنی ڈھال بنالیا اور اس کو ڈھال کی حیثیت سے اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے شریکِ جنگ رہے۔ بالآخر دشمنوں پر فتح حاصل ہوجانے کے بعد اس ڈھال نما دروازہ کو اپنے ہاتھ میں سے پھینک دیا۔ اس سفر میں میرے ساتھ سات آدمی اور بھی تھے اور ہم آٹھوں آدمی مل کر اس دروازہ کو الٹ دینے کی کوشش کرتے رہے لیکن وہ دروازہ جس کو تن تنہا حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ہاتھ میں اٹھالیا تھا اس کو ہم آٹھوں آدمی کوشش کے باوجود پلٹ تک نہ سکے۔

یہ آپ کی کرامت تھی۔ حضرت والا مرشدی فرماتے تھے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول: مَا حَمَلْتُهَا بِقُوَّةٍ وَّلٰكِنْ حَمَلْتُهَا بِقُوَّةٍ إِلٰهِيَّةٍ یعنی میں نے کواڑ کو انسانی قوت کے بل بوتہ نہیں اٹھایا بلکہ قوت الٰہی سے اٹھایا۔

اس قصّہ کو امام احمد نے بھی بیان فرمایا ہے۔

۳۶. رَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي "دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ" فِي قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ: فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَجَاءَتِ التَّعْزِيَةُ سَمِعُوْا صَوْتًا مِّنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ:

[1] الرحمة المهداة: ص ۲۱۶

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، إِنَّ فِي اللّٰهِ عَزَاءً مِّنْ كُلِّ مُصِيبَةٍ وَخَلَفًا مِّنْ كُلِّ هَالِكٍ وَدَرَكًا مِّنْ كُلِّ فَائِتٍ، فَبِاللّٰهِ فَاتَّقُوْا وَإِيَّاهُ فَارْجِعُوْا فَإِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ، فَقَالَ عَلِيٌّ: أَتَدْرُوْنَ مَنْ هٰذَا؟ هُوَ الْخَضِرُ علیہ السلام[1]

علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دلائل نبوت'' میں ایک طویل قصّہ کے ماتحت بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب ماتم پرسی ہونے لگی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے گھر کے کونے سے ایک آواز سنی۔ اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والو! تم پر اللہ کا سلام ہو اور اس کی رحمت و برکتیں نازل ہوں۔ اللہ تعالیٰ زندہ ہے۔ وہ ہر مشکل کو ٹال دیتا ہے۔ وہی بندوں کے غم غلط کرتا ہے، ہر فوت ہونے والی چیز کا وہ خود نعم البدل ہو جاتا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرو اور اسی سے امید رکھو، کیوں کہ مصیبت زدہ تو دراصل وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم اور مایوس رہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جانتے ہو یہ کون تھے؟ یہ خضر علیہ السلام تھے جو نبی تو نہیں لیکن کامل ولی ہیں۔

آپ کا حضرت خضر علیہ السلام کو شناخت کر لینا یہ بھی من جملہ دیگر کرامات کے آپ کی ایک کرامت تھی۔

انھی شخصیتوں کے لیے تو کہا گیا ہے:

آں کس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خان و مال را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

کراماتِ سبطِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

۳۷-۴۶۔ لَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ رضی اللہ عنہ مَكَثَتِ الدُّنْيَا سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَالشَّمْسُ

[1] مشکاۃ المصابیح: ج ۲، ص ۵۵

عَلَى الْحِيطَانِ كَالْمَلَاحِفِ الْمُعَصْفَرَةِ، وَالْكَوَاكِبُ يَضْرِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَكَانَ قَتْلُهُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَكَسَفَتِ الشَّمْسُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَاحْمَرَّتْ آفَاقُ السَّمَاءِ سِتَّةَ أَشْهُرٍ بَعْدَ قَتْلِهِ، ثُمَّ زَالَتِ الْحُمْرَةُ وَلَمْ تَكُنْ تُرٰى فِيهَا بَعْدَ ذَالِكَ وَلَمْ تكُنْ تُرٰى فِيهَا قَبْلَهُ، وَقِيلَ: إِنَّهُ لَمْ يُقْلَبْ حَجَرُ بَيْتِ الْمُقَدِّسِ يَوْمَئِذٍ إِلَّا وُجِدَ تَحْتَهُ دَمٌ عَبِيطٌ، وَصَارَ الْوَرَسُ الَّذِي فِي عَسْكَرِهِمْ فَكَانُوْا يَرَوْنَ فِي لَحْمِهَا مِثْلَ النِّيرَانِ وَطَبَخُوْهَا فَصَارَتْ مِثْلَ الْعَلْقَمِ، وَتَكَلَّمَ رَجُلٌ فِي الْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہ بِكَلِمَةٍ فَرَمَاهُ اللّٰهُ بِكَوْكَبَيْنِ مِنَ السَّمَاءِ فَطَمِسَ بَصَرُهُ. كَذَا فِي "تَارِيْخِ الْخُلَفَاءِ": ص ۱۴۵، وَفِيْهِ أَيْضًا: أَخْرَجَ أَبُوْ نُعَيْمٍ فِي "الدَّلَائِلِ" عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: سَمِعْتُ الْجِنَّ تَبْكِي عَلٰى حُسَيْنٍ فَتَنُوْحُ عَلَيْهِ.

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو دنیا کی سات دن تک یہ حالت تھی کہ

۱۔سورج کی روشنی دیواروں پر کُسم میں رنگی ہوئی چادروں کی طرح معلوم ہوتی تھی۔یعنی دھوپ بالکل پھیکی معلوم ہوتی تھی۔۲۔اورایک ستارہ دوسرے ستارے پر گر رہا تھا۔یعنی لگا تار آسمانی تارے ٹوٹ رہے تھے۔۳۔آپ کی شہادت دسویں محرم ۶۰ ہجری میں ہوئی اور اسی دن شدید ترین سخت سورج گرہن لگا۔۴۔آپ کی شہادت کے چھ ماہ بعد تک آسمان کے کنارے کچھ عجیب طرح سرخ رہے اور پھر وہ سرخی جاتی رہی۔شہادت سے پہلے اور اس کے بعد پھر کبھی ایسی سرخی نہیں دیکھی گئی۔۵۔آپ کی شہادت کے دن بیت المقدّس میں ہر پتھر کے نیچے تازہ تازہ خون نکلا۔۶۔ظالموں کی فوج میں جو پیلے رنگ کی گھاس رکھی ہوئی تھی وہ راکھ ہوگئی۔۷۔ان ظالموں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹنی ذبح کی تو اس کے گوشت میں سے آگ کی چنگاریاں نکلتے دیکھیں۔۸۔اور جب اس کا گوشت پکایا تو وہ اندرائن کی طرح کڑوا زہر ہوگیا۔۹۔ایک شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے گستاخ باتیں کیں تو خدائے جبار وقہار نے اس پر دو آسمانی ستارے پھینکے جن سے اس کی قوتِ بصارت جاتی رہی۔[1] ۱۰۔اور ان ایام کی

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: تاریخ الخلفاء: ص ۱۴۵

اسی حالت سے متعلق حضرت ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''الدلائل'' میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر جنات کو روتے اور نوحہ کرتے سنا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ دس کرامتیں ''تاریخ الخلفاء'' سے نقل کی گئی ہیں۔ مابقی آگے دیکھیے۔

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کسوفِ شمس سے اہلِ ہیئت کی اصطلاح جو آخری مہینہ میں رونما ہوتی ہے وہ نہیں بلکہ لغوی یعنی آفتاب کا بے نور ہوجانا بتایا ہے۔

نیز ان مذکورہ بالا کرامات کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید صحیح حوالوں کے ساتھ کتاب ''تہذیب التہذیب'' کی جلد دوم صفحات (۳۵۴ و ۳۵۵) پر بھی بیان کیا ہے۔

٤٧-٥٢. قَالَ خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ أَبِيهِ: لَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ ﷺ اِسْوَدَّتِ السَّمَاءُ وَظَهَرَتِ الْكَوَاكِبُ نَهَارًا، وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ الْأَسَدِيُّ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ مُنْذِرِ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ: جَاءَ رَجُلٌ يُبَشِّرُ النَّاسَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ ﷺ فَرَأَيْتُهُ أَعْمٰى يُقَادُ، وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي أُمُّ أَبِي قَالَتْ: شَهِدَ رَجُلَانِ مِنَ الْجُعْفِيِّينَ قَتْلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَتْ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَطَالَ ذَكَرُهُ حَتّٰى كَانَ يَلُفُّهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَسْتَقْبِلُ الرَّاوِيَةَ بِفِيهِ حَتّٰى يَأْتِيَ عَلٰى آخِرِهَا، وَفِي قِصَّةٍ عَنِ السُّدِّيِّ فَقُلْنَا: مَا شَرِكَ فِي قَتْلِهِ أَحَدٌ إِلَّا مَاتَ بِأَسْوَءِ مِيتَةٍ فَقَالَ: مَا كَذَبْتُمْ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ، فَأَنَا مِمَّنْ شَرِكَ فِي ذٰلِكَ فَلَمْ يَبْرَحْ حَتّٰى دَنَا مِنَ الْمِصْبَاحِ وَهُوَ يَتَّقِدُ فَنَفَطَ فَذَهَبَ يُخْرِجُ الْفَتِيلَةَ بِإِصْبَعِهِ فَأَخَذَتِ النَّارُ فِيهَا فَذَهَبَ يُطْفِئُهَا بِرِيقِهِ فَأَخَذَتِ النَّارُ فِي لِحْيَتِهِ فَعَدَا فَأَلْقٰى نَفْسَهُ فِي الْمَاءِ فَرَأَيْتُهُ كَأَنَّهُ حُمَمَةٌ.[1]

خلف بن خلیفہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت آسمان کالا ہوگیا اور دن میں ستارے نکل آئے۔ محمد بن صلت اسدی نے ربیع بن منذر ثوری

---

[1] تهذيب التهذيب للحافظ ابن حجر ﷺ: ج ٢، ص ٣٥٤، ٣٥٥

اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آکر امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع دی اور وہ اندھا ہو گیا جس کو دوسرا آدمی کھینچ لے گیا۔

ابن عیینہ کا بیان ہے کہ مجھ سے میری دادی نے کہا کہ قبیلۂ جعفیین کے دو آدمی جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے جن میں سے ایک کی شرم گاہ اتنی لمبی ہوئی کہ وہ مجبوراً اس کو لپیٹتا تھا، اور دوسرے آدمی کو اتنا سخت استسقا ہو گیا کہ وہ پانی کی بھری ہوئی مشک کو منہ سے لگالیتا اور اس کی آخری بوند تک چوس جاتا۔ سدی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک جگہ مہمان گیا۔ جہاں قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہورہا تھا۔ میں نے کہا: حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں جو شریک ہوا وہ بری موت مرا۔ جس پر گفتگو کرنے والے نے کہا: اے عراقیو! تم کتنے جھوٹے ہو، مجھے دیکھو میں قتلِ حسین میں شریک تھا لیکن اب تک بری موت سے محفوظ ہوں۔ اسی لمحہ اس نے جلتے ہوئے چراغ میں تیل ڈال کر بتی کو اپنی انگلی سے ذرا بڑھایا ہی تھا کہ پوری بتی میں آگ لگ گئی جسے وہ اپنی پھونک سے بجھا رہا تھا کہ اس کی داڑھی میں آگ لگ گئی۔ وہ وہاں سے دوڑا اور پانی میں کود پڑا تا کہ آگ بجھ جائے لیکن آخرکار جب میں نے اسے دیکھا تو وہ جل کر کوئلہ ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں دکھا دیا کہ تیری شرارت کا یہ انجام ہے۔

۵۳. عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: لَمَّا جِيْءَ بِرَأْسِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَأَصْحَابِهٖ نُضِدَتْ رُؤُوْسُهُمْ فِيْ رَحَبَةِ الْمَسْجِدِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ: قَدْ جَاءَتْ، فَإِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَاءَتْ فَجَعَلَتْ تَخَلَّلُ الرُّؤُوْسَ حَتّٰى دَخَلَتْ فِيْ مَنْخَرِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيَّةً ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَدَخَلَتْ فِيْهِ وَفَعَلَتْ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ.[1]

عمارہ بن عمیر نے بیان کیا کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر مسجد کے برآمدے میں برابر برابر رکھے گئے اور میں اس وقت ان لوگوں کے پاس پہنچا جب کہ وہ لوگ کہہ رہے تھے: وہ آ گیا کہ اتنے میں ایک سانپ نے آکر ان سروں میں گھسنا شروع کیا اور

---

[1] تیسیر کشوری: ج ۲، ص ۱۵۰

عبید اللہ بن زیاد کے نتھنے میں گھستا اور اس میں تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر باہر آجاتا۔ سانپ نے دو یا تین مرتبہ یہ فعل کیا۔ اس واقعہ کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کر کے سند کو بھی صحیح کہا ہے۔

کراماتِ سیّدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

۵۴، ۵۵. فِيْ "تَارِيْخِ الْخُلَفَاءِ" مَا لَفْظُهٗ: قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ: رُوِيْنَا مِنْ وُجُوْهٍ أَنَّهٗ لَمَّا احْتُضِرَ قَالَ لِأَخِيْهِ: يَا أَخِيْ! إِنَّ أَبَاكَ اسْتَشْرَفَ لِهٰذَا الْأَمْرِ فَصَرَفَهُ اللّٰهُ عَنْهُ وَوَلِيَهَا أَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ اسْتَشْرَفَ لَهَا وَصُرِفَتْ عَنْهُ إِلٰى عُمَرَ، ثُمَّ لَمْ يَشُكَّ وَقْتَ الشُّوْرٰى أَنَّهَا لَا تَعْدُوْهُ فَصُرِفَتْ عَنْهُ إِلٰى عُثْمَانَ فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ بُوْيِعَ عَلِيٌّ ثُمَّ نُوْزِعَ حَتّٰى جُرِدَ السَّيْفُ فَمَا صَفَتْ لَهٗ وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا أَرٰى أَنْ يَّجْمَعَ اللّٰهُ فِيْنَا النُّبُوَّةَ وَالْخِلَافَةَ، فَلَا أَعْرِفَنَّ مَا اسْتَخَفَّكَ سُفَهَاءُ الْكُوْفَةِ فَأَخْرَجُوْكَ وَقَدْ كُنْتُ طَلَبْتُ إِلٰى عَائِشَةَ أَنْ أُدْفَنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَتْ: نَعَمْ، وَمَا أَظُنُّ الْقَوْمَ إِلَّا سَيَمْنَعُوْكَ، فَإِنْ فَعَلُوْا فَلَا تُرَاجِعْهُمْ. فَلَمَّا مَاتَ أَتَى الْحُسَيْنُ إِلٰى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رضي الله عنها فَقَالَتْ: نِعَمْ وَكَرَامَةً، فَمَنَعَهُمْ مَرْوَانُ فَلَبِسَ الْحُسَيْنُ رضي الله عنه وَمَنْ مَّعَهُ السِّلَاحَ حَتّٰى رَدَّهٗ أَبُوْ هُرَيْرَةَ ثُمَّ دُفِنَ بِالْبَقِيْعِ إِلٰى جَنْبِ أُمِّهٖ.[1]

حافظ حدیث ابن عبد البر نے "تاریخ الخلفاء" میں لکھا ہے کہ ہم کو کئی سندوں سے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ قریب المرگ ہوئے تو انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: اے بھائی! ابا جان کو امرِ خلافت کا خیال ہوا تھا کہ اسلام کی خدمت کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے مدِّ نظر ان کو خلافت نہ دے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کا والی بنادیا۔ ان کی وفات کے بعد جب پھر ابا جان کو اس کا خیال ہوا تو سلطنت خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردی گئی، اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مجلسِ شوریٰ میں ابا جان کو

[1] ص ۱۳۵

یقین تھا کہ خلافت ان سے تجاوز نہ کرے گی یعنی وہی خلیفہ مقرر کیے جائیں گے، لیکن خلافت کی باگ ڈور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی گئی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد والد بزرگوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ یعنی وہ خلیفہ بنائے گئے، پھر ایک فتنہ برپا ہوا جس میں تلواریں کھینچ لی گئیں اور لڑائیاں ہوئیں یعنی وہ خلافت ابا جان کو بلا غبار نہیں ملی۔ خدا کی قسم! میں یہ امر تجویز نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ ہم اہلِ بیت نبوی میں نبوت اور خلافت دونوں چیزوں کو جمع کردے۔ یعنی میرا اندازہ یہ ہے کہ خلافت اہلِ بیت میں نہیں رہے گی اور یقیناً میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ کوفے کے بے وقوف تم کو حرکت دے کر جنگ وجدال کی طرف متوجہ کردیں اور تم کو وطن سے باہر نکال دیں (ان امور کا اس وقت تک بظاہر کوئی قرینہ تو نہ تھا کہ کوئی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نازیبا برتاؤ کریں گے لیکن آپ کو کشف کے ذریعہ یہ سب کچھ معلوم ہوجانا آپ کی کرامت تھی)۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خواہش پر کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کیا جاؤں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اقرار فرمایا تھا۔ یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہونے کی مجھے اجازت دے دی تھی اور جب میں مرجاؤں تو اس کی درخواست ان سے پھر کرلینا، لیکن اس کے ساتھ ہی میرا گمان ہے کہ قوم تم کو اس بات سے روکے گی، اور اگر وہ ایسا کریں یعنی میرے دفن سے تم کو روکیں تو ان سے بار بار نہ کہنا۔

الحاصل حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر جناب حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جاکر کہا۔ انھوں نے جواب دیا: نہایت خوشی سے، لیکن مدینہ کے گورنر مروان نے ان کو وہاں دفن کرنے سے منع کردیا۔ اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا مسلح ہوکر لڑائی کے لیے آمادہ ہوگئے، لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اس ارادۂ جنگ سے باز رکھا اور کہا کہ اس موقع پر اگرچہ مروان نے نامعقول اور ناشائستہ حرکت کی ہے لیکن تمہارا آمادۂ جنگ ہونا مناسب نہیں۔ آخرکار حضرت حسن رضی اللہ عنہ مقامِ بقیع میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس دفن ہوئے۔

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت رفقائے اہلِ بیت کی کثرت کی وجہ سے کسی سے ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ آپ کو دفن سے روکا جائے گا لیکن امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ظاہراً حالت

کے خلاف جس ہونے والے واقعہ کو بذریعہ کشف ظاہر کیا وہ آپ کی کرامت تھی۔

کراماتِ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

٥٧،٥٦. فِي "تَهْذِيْبِ التَّهْذِيْبِ"[1]: وَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ لَمَّا مَاتَ (أَيْ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ): مَا أَخَفَّ جَنَازَتَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ الْمَلَائِكَةَ حَمَلَتْهُ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْمَا رُوِيَ عَنْهُ مِنْ وُجُوْهٍ كَثِيْرَةٍ: اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ.

"تہذیب التہذیب" جلد سوم صفحہ ۴۸۱ پر درج ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات پر منافقوں نے کہا کہ ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے۔ اس پر سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنازہ کو ملائکہ اٹھائے ہوئے ہیں اس لیے ہلکا معلوم ہو رہا ہے۔ حالاں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بڑے موٹے تازے آدمی تھے۔ جیسا کہ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب المغازی" اور زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے "تخریج الہدایہ" جلد اوّل، صفحہ ۳۵۷ پر درج کیا ہے، اور کئی معتبر سندوں کے ذریعہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن معاذ کی موت کے وقت عرشِ اعظم بھی اس شوق میں جھوما کہ اب ان کی روح ہمارے پاس آجائے گی۔

٥٨. رَوَى ابْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ: لَقَدْ شَهِدَهُ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ لَمْ يَنْزِلُوْا إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ ذٰلِكَ[2] الْحَدِيْثُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے جو اس سے پہلے اتنی تعداد میں کبھی زمین پر نہیں آئے۔ تا ختم حدیث شریف۔

٥٩. قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: قَالَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ: ثَلَاثٌ أَنَا فِيْهِنَّ رَجُلٌ (يَعْنِي كَمَا يَنْبَغِي) وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَأَنَا

---

[1] ج ٣، ص ٤٨١ [2] زيلعي: ج ١، ص ٣٥٧

رَجُلٌ مِّنَ النَّاسِ، مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثًا قَطُّ إِلَّا عَلِمْتُ أَنَّهُ حَقٌّ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَلَا كُنْتُ فِي صَلَاةٍ قَطُّ فَشَغَلْتُ نَفْسِي بِغَيْرِهَا حَتّٰى أَقْضِيَهَا، وَلَا كُنْتُ فِي جِنَازَةٍ قَطُّ حَدَّثْتُ نَفْسِي بِغَيْرِ مَا تَقُوْلُ وَيُقَالُ لَهَا حَتّٰى أَنْصَرِفَ عَنْهَا، قَالَ ابْنُ الْمُسَيِّبِ: فَهٰذِهِ الْخِصَالُ مَا كُنْتُ أَحْسَبُهَا إِلَّا فِي نَبِيٍّ، كَذَا فِي "تَهْذِيْبِ التَّهْذِيْبِ".[1]

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان پر کہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین آدمیوں میں سے میں ایک شخص ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث بھی سنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے، اور میں نے کثرتِ مشاغل کے باوجود اپنی پوری نمازیں پڑھی ہیں، اور میں جس جنازے میں شریک رہا تو میں نے اس سے باتیں کیں۔ حضرت ابن میسّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں تو ان خصلتوں کو صرف انبیائے کرام میں جانتا تھا لیکن اپنی آنکھوں سے یہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ میں دیکھ لیں، ایسا ہی "تہذیب التہذیب" جلد سوم، صفحہ ۴۸۲ میں مرقوم ہے۔

۶۰، ۶۱. عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ (الْحَدِيْث) وَفِيْهِ: وَكَانَ سَعْدٌ أُصِيْبَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي أَكْحَلِهِ فَضَرَبَ عَلَيْهِ ﷺ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيْبٍ، فَقَالَ سَعْدٌ: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ قَوْمٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ وَأَخْرَجُوْهُ، اَللّٰهُمَّ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ، فَإِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ فَأَبْقِنِي حَتّٰى أُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ، وَإِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتِي فِيْهَا، فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهِ فَلَمْ يَرُعْهُمْ فِي الْمَسْجِدِ إِلَّا الدَّمُ يَسِيْلُ إِلَيْهِمْ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُوْ جَرْحُهُ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا. أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِنَّ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فِي يَوْمِ الْأَحْزَابِ قَطَعُوْا أَكْحَلَهُ أَوْ أَبْجَلَهُ

[1] تکشف: ج ۵، ص ۸۸، ۸۹

فَحَسَمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالنَّارِ، فَانْتَفَخَتْ يَدُهُ فَنَزَفَهُ الدَّمُ فَحَسَمَهُ أُخْرٰى فَانْتَفَخَتْ يَدُهُ فَلَمَّا رَأٰى ذٰلِكَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تُخْرِجْ نَفْسِي حَتّٰى تُقِرَّ عَيْنِي مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ فَاسْتَمْسَكَ، فَمَا قَطَرَ قَطْرَةً حَتّٰى نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِهٖ فَحَكَمَ فِيْهِمْ: أَنْ تُقْتَلَ رِجَالُهُمْ وَتُسْتَحْيٰى أَوْلَادُهُمْ وَنِسَاؤُهُمْ، فَقَالَ ﷺ: أَصَبْتَ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْهِمْ. وَكَانُوْا أَرْبَعَ مِائَةٍ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَتْلِهِمُ انْفَتَقَ عِرْقُهُ فَمَاتَ.[1] أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ خندق سے لوٹ کر آئے اس میں یہ قصّہ بھی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ہفت اندام رگ میں تیر لگا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ہی سے ان کی عیادت کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگا دیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے الہ العالمین! تو خوب جانتا ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور ان کو مکّہ معظّمہ سے جلا وطن کیا ہے مجھے ایسے لوگوں سے جہاد کرنا بہت زیادہ محبوب ہے۔ اے اللہ! میرا گمان ہے کہ تو نے ہم میں اور ان میں لڑائی بند کر دی ہے۔ یعنی میرا اپنا ذاتی خیال ہے کہ ہم مسلمانوں اور ان ظالموں میں کوئی جنگ نہیں ہوگی۔ اگر میرا یہ خیال غلط ہے اور قریش کے ساتھ کوئی معرکہ ہونا باقی ہے تو مجھے زندہ رکھ تاکہ میں تیری راہ میں ان سے جہاد کروں، اور میرا یہ گمان صحیح ہے کہ ہم سے ان کا کوئی معرکہ نہ ہوگا تو میرے زخم کے خون کو جاری کر دے اور اسی میں مجھے موت دے دے۔ چناں چہ اسی رات کو اس رگ کا منہ کھل گیا اور مسجد والوں نے دیکھا کہ آپ کا خون بہتے ہوئے ان لوگوں کی طرف آرہا ہے۔ پس اسی حالت میں کہ خون بہہ رہا تھا آپ نے وفات پائی۔

اس حدیث کو شیخان یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جنگِ خندق میں ایک تیر لگا جس سے ہفت اندام کی رگ کٹ گئی۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون تھم جانے کے لیے آگ سے داغ دیا۔ خون تو رک گیا مگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ سوج گیا۔ چوں کہ خون کی روانی میں جوش تھا

---

[1] تکشف: ج ۵، ص ۸۸، ۸۹

اس لیے خون پھر بہنے لگا۔ آپ نے آپ کو دوبارہ داغ دیا۔ اس سے خون تو رک گیا مگر ہاتھ پر ورم زیادہ ہوگیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ اے اللہ! اس وقت تک میری روح پرواز نہ ہو جب تک بنی قریظہ کی طرف سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوجائیں۔ یعنی ان کی شرارت کی سزا دیکھنے کے بعد مجھے موت آجائے۔ چناں چہ ان کی رگ کا خون بند ہوگیا اور ایک بوند بھی نہ نکلا، یہاں تک کہ بنوقریظہ محاصرہ سے عاجز آکر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اس شرط کے ساتھ قلعہ سے باہر آئے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہمارے لیے جو تجویز کریں وہی کارروائی ہم سے کی جائے۔ چناں چہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے شریعت کے موافق ان کے مقدمہ میں یہ فیصلہ دیا کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کردیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو زندہ چھوڑ دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! تم نے اس مقدمہ میں خدا کے حکم کے موافق فیصلہ دیا ہے۔ ان لوگوں کی تعداد چار سو تھی۔ حسبِ فیصلۂ مذکورہ جب ان کے قتل سے فراغت ہوگئی تو ان کی وہ ہفت اندام کی رگ پھر پھٹ پڑی اور ان کا انتقال ہوگیا۔ اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا ہے اور اس کی صحت کا بھی اقبال واقرار کیا ہے۔

اس قصہ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی کئی کرامتیں درج ہیں۔ ایک تو یہ کہ میرے خیال سے ہماری اور مشرکینِ قریش کی جنگ موقوف ہوگئی ہے۔ چناں چہ اس کے بعد کوئی معرکہ نہیں ہوا۔ اور فتح مکّہ میں چھوٹی سی نبرد آزمائی اور چھیڑ چھاڑ ہوئی تھی جس کو عربی زبان میں ''مقاتلہ'' کہتے ہیں۔ دوسری کرامت جاری خون کا بند ہوجانا، تیسری کرامت بند خون کا بہنے لگنا۔ اور راوی کا **فَلَمَّا فَرَغَ** کا لفظ استعمال کرنا صرف اختصارِ بیان کے لیے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ **فَلَمَّا فَرَغَ وَدَعَا بِمَا فِي الْحَدِيْثِ الْأَوَّلِ فَانْفَتَقَ**[1]

کراماتِ حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ

٦٢، ٦٣. رَوَى الْبُخَارِيُّ فِيْ قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ فَكَانَتْ تَقُوْلُ: مَا رَأَيْتُ أَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ، لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ وَمَا بِمَكَّةَ

[1] تفصیل کے لیے: تکشف ملخصًا، صفحہ ۹۰، ۹۱۔

يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ، وَإِنَّهُ لَمُوَثَّقٌ فِي الْحَدِيْدِ وَمَا كَانَ إِلَّا رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ.[1]

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل قصّہ میں بیان کیا ہے کہ وہ خاتون جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے وہ کہتی تھی کہ میں نے کسی قیدی کو حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ سے زیادہ اچھا نہیں دیکھا (یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ خُبیب مکّہ معظّمہ میں کافروں کی قید و بند میں تھے)۔

نیز انھوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کو جب کہ وہ لوہے کے پنجرہ میں مقید تھے اور کہیں آ جا نہ سکتے تھے اور اس وقت مکّہ معظّمہ میں پھلوں کا موسم بھی نہیں تھا انھیں انگور کے خوشے کھاتے ہوئے دیکھا، اور ان کا وہ کھانا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا: ہے کوئی جو خُبیب کی لاش کو سولی پر سے اتار لائے؟ چناں چہ حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما نے اس کام کا اقرار کیا اور پھر روانہ ہوگئے۔ وہ رات کو چلتے اور دن کو چھپ رہتے۔ چناں چہ وہ اس سولی کے پاس پہنچ گئے جہاں چالیس محافظ موجود تھے لیکن سب کے سب سو رہے تھے۔ ان دونوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر سے اتارا اور گھوڑے پر رکھ لیا۔ اگر چہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل کو چالیس دن گذر چکے تھے لیکن ان کا جسم بالکل تازہ تھا۔ زخموں سے خون ٹپک رہا تھا اور مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ صبح کے وقت جب قریش کو اس کی خبر ہوئی تو چاروں طرف ستّر سوار دوڑا دیے۔ کچھ ستّر سواروں نے آپ دونوں کو آلیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر لاش کو فوراً زمین پر رکھ دیا اور زمین انھیں نگل گئی۔ اسی لیے تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو ''بلیع الارض'' کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کفار کی طرف منہ کرکے کہا کہ میں زبیر بن العوام ہوں اور حضرت صفیّہ بنت عبدالمطلب میری ماں ہیں اور یہ میرے رفیق حضرت مقداد بن الاسود ہیں۔ تمہارا جی چاہے تو تیروں سے اور کہو تو اتر کر نیزے اور تلوار سے لڑیں، اور چاہو تو لوٹ سکتے ہو۔ چناں چہ وہ ستّر سوار کافر واپس ہوگئے۔

ان دونوں حضرات نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کل کا ماجرا بیان کیا اور اسی وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرئیل امین علیہ السلام نے مجلس میں حاضری دے کر کہا کہ سرکار! آپ کے ان

---

[1] ج ۲، ص ۵۸۵

دونوں اصحاب کی فرشتوں میں تعریف ہورہی ہے۔

مندرجہ ''تاریخ حبیب الہ''[1] کے اس قصہ پر بندہ مطلع نہیں ہوا مگر چوں کہ ''تاریخ حبیب الہ'' نہایت معتبر کتاب ہے، پس موجودہ کتاب سے اس قصہ کی نقل کافی ہے۔

کراماتِ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ

٦٤، ٦٥. رَوَى الْبُخَارِيُّ فِيْ قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ: وَبَعَثَتْ قُرَيْشٌ إِلٰى عَاصِمٍ لِيُؤْتُوْا بِشَيْءٍ مِّنْ جَسَدِهِ يَعْرِفُوْنَهُ وَكَانَ عَاصِمٌ قَتَلَ عَظِيْمًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُؤُوْسِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰى شَيْءٍ.[2]

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصہ کے تحت روایت کی ہے کہ کفارِ قریش نے اپنے ایک دستہ کو حضرت عاصم کی لاش میں سے کوئی ٹکڑا کاٹ لانے کے لیے بھیجا تا کہ اس عضوِ بدن کو دیکھ کر ان کے قتل کا یقین ہوجائے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے دل کو ٹھنڈک بھی ہوجائے کہ یہی وہ عاصم ہیں جنھوں نے ہمارے ایک بڑے آدمی کو جنگِ بدر میں قتل کردیا تھا۔ اس دستہ کے پہنچتے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتول ساتھیوں کی لاشوں پر شہد کی مکھیوں کو بادل کی طرح بھیج دیا جنھوں نے ان شہیدوں کی لاش کو ان سے محفوظ کردیا اور وہ کافر کچھ بھی نہ کرسکے۔

بخاری شریف کے حاشیہ پر حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ نے یہ مضمون بھی لکھا ہے کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے حق تعالیٰ سے یہ عہد کرلیا تھا کہ کوئی مشرک ان کو چھو نہ سکے گا۔ چناں چہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ قصہ معلوم ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے معاہدہ کے مدِنظر اپنے مسلمان بندہ کی اس کے انتقال کے بعد بھی حفاظت کی۔ بظاہر اگرچہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش کی حفاظت کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا لیکن پروردگار نے اس کی حفاظت کی اور اس کے جسدِ اطہر کو کوئی کافر ہاتھ تک نہ لگاسکا اور آپ کا عہد بھی پورا ہوگیا۔ یہ سب آپ کی کرامتیں تھیں۔

---

[1] مؤلفہ مولانا مفتی عنایت احمد صاحب مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ: ص ۸۵ و ۸۶ [2] ج ۲، ص ٥٨٦

کراماتِ حضرت انس رضی اللہ عنہ

٦٦۔ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ الرُّبَيِّعَ عَمَّتَهُ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ فَطَلَبُوْا إِلَيْهَا الْعَفْوَ فَأَبَوْا فَعَرَضُوا الْأَرْشَ فَأَبَوْا فَأَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَأَبَوْا إِلَّا الْقِصَاصَ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ نَضْرٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ؟ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا أَنَسُ! كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ، فَرَضِيَ الْقَوْمُ فَعَفَوْا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ.[1]

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے روایت کرتے ہیں کہ ان کی پھوپھی نے کسی لڑکی کا اگلا دانت توڑ دیا تھا۔ ہمارے آدمیوں نے اس لڑکی والوں سے معافی مانگی تو انھوں نے انکار کردیا۔ پھر ان سے کہا گیا کہ تم لوگ دیت یعنی دانت کے بدلہ میں دانت لینے کے بجائے کچھ رقم لے لو۔ اس پر بھی ان لوگوں نے انکار کردیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر معافی دینے اور دیت قبول کرنے پر انکار کرتے ہوئے قصاص طلب کیا۔ چناں چہ بحکم قرآن کریم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص ہی کا حکم دیا۔ اس پر حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا میری پھوپھی حضرت ربیع کا اگلا دانت توڑ دیا جائے گا؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ان کا دانت تو توڑا نہیں جائے گا۔ آپ کا یہ قول شریعت کے مقابلہ میں انکار کے طور پر نہیں تھا بلکہ غلبۂ حال میں ایسا توکل اور بھروسہ غالب ہوا تو قسم کھالی اور سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دل میں معافی ڈال دیں گے یا پھر یہ لوگ دیت قبول کرلیں گے۔ اس پر سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے انس! اللہ کی کتاب تو قصاص کا حکم دیتی ہے۔ اس پر ان لوگوں نے خوش ہوکر دانت کا بدلہ معاف کردیا۔ اسی واقعہ پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرماتا ہے۔

---

[1] ج ١، ص ٦٤٦

ایسی قسم صرف غلبۂ حال و کیفیت میں ہوتی ہے۔ جب تک ہر شخص حضرت انس رضی اللہ عنہ جیسی کیفیت وصلاحیت پیدا نہ کرلے اس کو ہرگز ایسی قسم نہ کھانا چاہیے۔

کراماتِ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

٦٧. رَوَى الْبُخَارِيُّ فِي قِصَّةٍ طَوِيلَةٍ: أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمْرَهُ وَأَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ، وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ: أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطَّرِيقِ يَغْمِزُهُنَّ.[1]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل قصے میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس شخص کے لیے بددعا کرتا ہوں جس نے میری تین باتوں کی جھوٹی شکایت کی تھی۔ اے اللہ! یہ تیرا جھوٹا بندہ جو مکاری سے شکایتیں سنانے کے لیے کھڑا ہوا ہے اس کی عمر دراز کردے، اس کی محتاجی میں اضافہ کردے، اور اس کو فتنہ وفساد میں مبتلا کردے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اس دعا کے بعد لوگوں نے اسے دیکھا کہ جب اس سے خیریت دریافت کی جاتی تو وہ بوڑھا پھونس جواب دیتا: میں بالکل بڈھا ہوگیا ہوں، میری عقل ماری گئی ہے اور مجھے سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔ حضرت عبدالملک کہتے ہیں کہ میں نے بڈھے کو اس حال میں دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھوں کو اس کی دونوں بھوؤں نے بالکل چھپالیا تھا اور وہ راستہ چلتے لونڈیوں، باندیوں کو روکتا تھا اور اتنا بے حیا ہوگیا تھا کہ راستہ ہی میں چھیڑ چھاڑ کرتا اور افلاس وغربت کی وجہ سے وہ اسی قسم کی ذلیل حرکتیں کیا کرتا تھا۔ وہ اگر مال دار رہتا تو اس میں شرم ولحاظ کا کچھ اثر رہتا۔ الحاصل حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی یہ تینوں باتیں درازیٔ عمر، افلاس اور فتنہ میں مبتلا ہونا درگاہِ خداوندی میں مقبول ہوگئیں۔

[1] ج ۱، ص ۱۰٤

٦٨. عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضي الله عنه قَالَ: رَأَيْتُ عَنْ يَّمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَنْ شِمَالِهٖ يَوْمَ أُحُدٍ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيْضٌ يُقَاتِلَانِ كَأَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ، يَعْنِي جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ.[1] مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے یومِ اُحد میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے دائیں اور بائیں دو سفید پوش لوگوں کو دیکھا جو بڑی سخت جنگ لڑ رہے تھے۔ ایسے جنگ جو میں نے نہ تو پہلے دیکھے اور نہ بعد میں، اور یہ دونوں سفید پوش حضرت جبرائیل و میکائیل علیہما السلام تھے۔

کراماتِ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

٦٩. رَوَى الْوَاقِدِيُّ فِي "كِتَابِ الْمَغَازِي" قَالَ: وَكَانَ حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي عَامِرٍ رضي الله عنه تَزَوَّجَ جَمِيْلَةَ بِنْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ سَلُوْلٍ وَدَخَلَ عَلَيْهَا لَيْلَةَ قِتَالِ أُحُدٍ بَعْدَ أَنِ اسْتَأْذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَأَصْبَحَ جُنُبًا وَأَخَذَ سِلَاحَهُ وَلَحِقَ بِالْمُسْلِمِيْنَ. وَأَرْسَلَتْ إِلٰى أَرْبَعَةٍ مِنْ قَوْمِهَا فَأَشْهَدَتْهُمْ إِنَّهُ قَدْ دَخَلَ بِهَا، فَسَأَلُوْهَا، فَقَالَتْ: رَأَيْتُ فِي لَيْلَتِي كَأَنَّ السَّمَاءَ فُتِحَتْ ثُمَّ أُدْخِلَ وَأُغْلِقَتْ دُوْنَهُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ مَقْتُوْلٌ مِّنَ الْغَدِ، وَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ فَوَلَدَتْ لَهُ مُحَمَّدَ بْنَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ. فَلَمَّا انْكَشَفَ الْمُشْرِكُوْنَ اِعْتَرَضَ حَنْظَلَةُ لِأَبِي سُفْيَانَ يُرِيْدُ قَتْلَهُ فَحَمَلَ عَلَيْهِ الْأَسْوَدُ بْنُ شَعُوْبٍ بِالرُّمْحِ فَقَتَلَهُ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنِّي رَأَيْتُ الْمَلَائِكَةَ تُغَسِّلُ حَنْظَلَةَ بْنَ أَبِي عَامِرٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ بِمَاءِ الْمُزْنِ فِي صِحَافِ الْفِضَّةِ. قَالَ أَبُوْ أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ: فَذَهَبْنَا فَنَظَرْنَا إِلَيْهِ فَإِذَا رَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً، قَالَ أَبُوْ أُسَيْدٍ: فَرَجَعْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَأَرْسَلَ إِلَى امْرَأَتِهٖ فَسَأَلَهَا فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ خَرَجَ وَهُوَ جُنُبٌ. انتهى.[2]

---

[1] مشكاة المصابيح: ج ٢، ص ٥٣١ [2] الزيلعي تخريج الهداية: ج ١، ص ٣٧٠، ٣٧١

حافظ حدیث علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب المعازی'' میں لکھا ہے کہ حضرت حنظلہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جمیلہ رضی اللہ عنہا دختر عبداللہ بن ابی بن سلول سے شادی کی اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جنگِ اُحد کی ایک رات اپنی بیوی سے ہم بستر ہوئے اور اسی حالتِ جنابت میں صبح سویرے ہتھیار لگا کر مسلمانوں کی فوج میں پہنچ گئے۔ ادھر ان کی نئی دلہن نے اپنی قوم کے چار آدمیوں کے پاس اطلاع بھیجی کہ میرے خاوند ہم بستری کے بعد جہاد میں چلے گئے (اور لوگوں کو اس لیے گواہ کرلیا تاکہ حمل رہ جانے کی صورت میں کسی کو کوئی بات کہنے کی گنجائش نہ رہے۔ جس کو سہیلی نے کتاب ''الروض الأنف'' میں بھی ذکر کیا ہے)۔ لوگوں نے اس نئی دلہن سے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو، تو اس نے جواب دیا کہ رات کو میں نے خواب میں دیکھا آسمان کھولا گیا اس میں حنظلہ داخل ہوئے اور پھر آسمان کے دروازے بند کردیے گئے جس سے مجھے یقین ہوا کہ کل وہ شہید کردیے جائیں گے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان نیک سیرت بی بی کا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح ہوا جن کے پیٹ سے محمد بن ثابت بن قیس ہیں۔

اور ادھر کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے فوج میں آتے ہی دل کھول کر ہاتھ دکھائے جس کے نتیجہ میں مشرکین کو شکست نظر آرہی تھی اور انھوں نے ابوسفیان کو (جو اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) مارنا ہی چاہا تھا کہ پیچھے سے اسود بن شعوب نے حملہ کرکے حنظلہ کو ایسا برچھا مارا کہ وہ شہید ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ حنظلہ بن ابی عامر کو نقرئی طشت یعنی چاندی کے ٹب میں مینہ کے پانی سے آسمان و زمین کے بیچ میں نہلا رہے تھے۔ ابواُسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے حنظلہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے بالوں سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں اور یہ دیکھ کر میں نے فوراً رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دے کر تمام واقعہ سنایا۔ اس پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ ان کی حالتِ روانگی معلوم کرے۔ چناں چہ اس قاصد سے جناب جمیلہ نے کہا کہ وہ جہاد کے میدان میں گھر سے بحالتِ جنابت گئے تھے یعنی ان کو غسل کی ضرورت تھی۔

ہر وہ شخص جو بحالتِ جنابت شہید ہو جائے تو شریعتِ اسلامیہ کے مدنظر ایسے شہید کو بھی غسل دیا جانا ضروری ہے۔ چوں کہ حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسل کی ضرورت تھی اور اسلامی فوج کے کسی آدمی کو اس کی اطلاع نہ تھی کہ ان کو غسل دیتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسل دلایا۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ شہید کے سر کے بالوں سے پانی کی بوندیں ٹپکتے ہوئے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور لوگوں نے بھی دیکھیں، اور یہ بھی آپ کی کرامت تھی۔

کرامت ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ

۷۰. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ يَّشْتَدُّ فِيْ إِثْرِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ أَمَامَهُ إِذْ سَمِعَ ضَرْبَةً بِالسَّوْطِ فَوْقَهُ وَصَوْتَ الْفَارِسِ، يَقُوْلُ: أَقْدِمْ حَيْزُوْمُ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْمُشْرِكِ أَمَامَهُ خَرَّ مُسْتَلْقِيًا فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ قَدْ خُطِمَ أَنْفُهُ وَشُقَّ وَجْهُهُ كَضَرْبَةِ السَّوْطِ فَاخْضَرَّ ذٰلِكَ أَجْمَعُ فَجَاءَ الْأَنْصَارِيُّ فَحَدَّثَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: صَدَقْتَ، ذٰلِكَ مِنْ مَدَدِ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ، فَقَتَلُوْا يَوْمَئِذٍ سَبْعِيْنَ وَأَسَرُوْا سَبْعِيْنَ.[1] رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جنگِ بدر کے دن ایک مسلمان شخص ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اس نے اپنے آگے والے مشرک کے سر پر ایک کوڑا مارنے کی آواز سنی اور گھوڑے سوار کو یہ بھی کہتے سنا کہ حیزوم (جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے) آگے بڑھ، اس کے بعد مشرک کو چت گرا ہوا دیکھا جس کی ناک چر گئی تھی اور چہرہ لہولہان ہو گیا تھا جیسا کہ خوب زور سے کوڑے مارنے کی وجہ سے ہو جایا کرتا ہے۔ ایسے ہی اس کے بدن کے سب اعضا نیلے پڑ گئے تھے۔ چناں چہ اُس انصاری صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کیا جس پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو سچ کہتا ہے۔ یہ تو تیسرے آسمان کی مدد تھی۔ چناں چہ مسلمانوں نے اس روز ستّر مشرکوں کو قید کیا اور ستّر

[1] مشکاۃ المصابیح: ج ۲، ص ۵۳۱

کافروں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اس کو امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔

کراماتِ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۷۱، ۷۲. فِي "الْمِشْكَاةِ" عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ فِيْ حَدِيْثٍ قَالَ: وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ.[۱] رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

''مشکوٰۃ'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بروایتِ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم کئی صحابی جو کھانا کھا رہے تھے ہم نے سنا کہ وہ غذا جو ہم کھا رہے تھے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی تھی، یعنی وہ کھانا سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھ رہا تھا۔

ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں ایک طویل قصّہ کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میرے سامنے چھوارے کے پیڑوں میں سے ایک کالا بادل اٹھا جس سے مجھے خوف ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کوئی صدمہ پہنچے لیکن آپ کا یہ حکم یاد آنے پر کہ اس جگہ سے مت ہٹنا میں اپنی جگہ جما رہا اور اسی حالت میں، میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ تو وہ سارا بادل بیٹھ گیا اور صبح ہوتے ہوتے وہ پورا بادل چھٹ گیا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جگہ تشریف آوری پر میں نے اپنا اندیشہ اور پورا واقعہ سنایا تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نصیبین'' کے جن تھے جو مجھ سے ملنے آئے تھے۔[۲]

چوں کہ جنات کو دیکھنا خلافِ عادات ہے اس لیے اس کو بھی خوارق میں شمار کیا گیا۔

کراماتِ حضرت اُسید بن حضیر وعباد بن بشر رضی اللہ عنہما

۷۳، ۷۴. عَنْ أَنَسٍ ﷺ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَعَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ تَحَدَّثَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ حَاجَةٍ لَّهُمَا حَتّٰى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ فِيْ لَيْلَةٍ شَدِيْدَةِ الظُّلْمَةِ ثُمَّ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَنْقَلِبَانِ وَبِيَدِ كُلِّ

---

[۱] ج ۲، ص ۵۳۷، ۵۳۸

[۲] تفصیل کے لیے دیکھو الکلام المبین: مؤلفہ مفتی عنایت احمد رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۲

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عُصَيَّةٌ، فَأَضَاءَتْ عَصَا أَحَدِهِمَا لَهُمَا حَتَّى مَشَيَا فِي ضَوْئِهَا حَتّٰى إِذَا افْتَرَقَتْ بِهَا الطَّرِيْقُ أَضَاءَتْ لِلْآخَرِ عَصَاهُ فَمَشٰى كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا فِي ضَوْءِ عَصَاهُ حَتّٰى بَلَغَ أَهْلَهُ.[۱] رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جناب اُسید و عباد رضی اللہ عنہما نے اپنی کچھ ضرورتیں ظاہر کیں جس میں کچھ رات ہوگئی۔ رات بہت ہی تاریک تھی۔ چنان چہ وہ دونوں اسی اندھیرے میں اپنے اپنے گھروں کو لوٹے۔ ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں۔ ان میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی اور لالٹین کا کام دینے لگی جس کی روشنی کی مدد سے دونوں چلنے لگے۔ جب ایک کا راستہ ختم ہوگیا اور دوسرے کو آگے جانا تھا تو اس روشن عصا نے اس دوسرے کی لاٹھی کو بھی روشن کر دیا اور یہ دوسرا بھی اپنے گھر کو روانہ ہوگیا، اور یہ دونوں آدمی اپنی اپنی لاٹھی کی روشنی میں اپنے اپنے ہاں بچوں میں پہنچ گئے۔ اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا ہے۔

اس قصّہ میں دو کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ بغیر کسی تیل بتی کے ایک لاٹھی روشن ہوگئی، اور دوسری کرامت یہ کہ ایک لاٹھی سے دوسری لاٹھی جس میں کوئی الیکٹرک کرنٹ نہیں تھا وہ بھی روشن ہوگئی، اور رات کے اندھیرے سے ان دونوں حضرات کو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

کرامات پدرِ حضرت جابر رضی اللہ عنہما

۷۵. عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُوْلًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُّقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا، فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيْلٍ، وَدَفَنْتُهُ مَعَ آخَرَ فِي قَبْرٍ.[۲] رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنگِ احد کے وقت ایک رات مجھے میرے پدر

---

[۱] مشكاة المصابيح: ج ۲، ص ۵۴۴ [۲] مشكاة المصابيح: ص ۴۴، ۴۵

بزرگوار نے طلب کر کے فرمایا: کل اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت میں سب سے اوّل میری شہادت واقع ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ مجھے سب سے زیادہ عزیز تم ہو۔ سنو! مجھ پر ایک آدمی کا قرضہ ہے وہ تم ادا کر دینا اور میں تمھیں وصیّت کرتا ہوں کہ اپنی بہنوں کے ساتھ بھلائی کرنا۔ صبح کو میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے میرے والد ماجد ہی نے جامِ شہادت نوش فرمایا ہے۔ میں نے ان کو اور ان کے ایک ساتھی کو جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایک ہی قبر میں سپردِ خاک کیا۔ اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا ہے۔

یہ الہامِ کشفی دراصل کرامت ہی کرامت ہے۔

کراماتِ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم

۷۶. عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: لَمَّا أَرَادُوْا غُسْلَ النَّبِيِّ ﷺ قَالُوْا: لَا نَدْرِي أَنُجَرِّدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِنْ ثِيَابِهٖ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا أَمْ نَغْسِلُهٗ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهٗ، فَلَمَّا اخْتَلَفُوْا أَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتّٰى مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَذَقْنُهٗ فِي صَدْرِهٖ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَا يَدْرُوْنَ مَنْ هُوَ: اِغْسِلُوا النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهٗ. فَقَامُوْا فَغَسَلُوْهُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصُهٗ، يَصُبُّوْنَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيْصِ وَيَدْلِكُوْنَهٗ.[۱] رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي ''دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ''.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف پر جب آپ کو غسل دینے کا ارادہ کیا گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کپڑے اتار کر آپ کو غسل دیں جیسا کہ عام طور پر اپنی میتوں کے ساتھ کرتے ہیں یا کپڑوں سمیت آپ کو نہلائیں۔ اس معاملہ میں اختلافِ رائے ہو رہا تھا کہ اللہ نے ان پر نیند کو اس طرح مسلّط کر دیا کہ ہر ایک کی ٹھوڑی اس کے سینہ پر ہوگئی۔ یعنی وہ سب سو گئے اور اسی حالت میں مکان کی ایک سمت سے کسی کو کہتے ہوئے سنا جس کو کسی نے نہیں دیکھا اس نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دو۔ پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو اس طرح نہلایا کہ آپ جو کرتہ پہنے

---

[۱] مشکاۃ المصابیح: ج ۲، ص ۵۴۵

ہوئے تھے اس پر پانی ڈالتے اور اسی کرتہ پر سے آپ کے جسدِ مبارک کو ملتے جاتے تھے۔ ''دلائل النبوۃ'' میں علامہ بیہقی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

کراماتِ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ

۷۷. عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ أَنَّ سَفِيْنَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَخْطَأَ الْجَيْشَ بِأَرْضِ الرُّوْمِ وَأُسِرَ، فَانْطَلَقَ هَارِبًا يَلْتَمِسُ الْجَيْشَ فَإِذَا هُوَ بِالْأَسَدِ، فَقَالَ: يَا أَبَا الْحَارِثِ! أَنَا مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَانَ مِنْ أَمْرِيْ كَيْتَ وَكَيْتَ، فَأَقْبَلَ الْأَسَدُ لَهُ بَصْبَصَةً حَتّٰى قَامَ إِلٰى جَنْبِهِ كُلَّمَا يَسْمَعُ صَوْتًا أَهْوٰى إِلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَمْشِيْ إِلٰى جَنْبِهِ حَتّٰى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْأَسَدُ.[1]

ابن منکد ر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ایک مرتبہ سرزمینِ روم میں اپنے اسلامی لشکر کا راستہ بھول گئے۔ وہ راستہ تلاش کررہے تھے کہ دشمنانِ اسلام نے انھیں گرفتار کرلیا۔ ایک دن وہ قید سے بھاگ کر راستہ ڈھونڈ رہے تھے کہ ان کی ایک شیر سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ چناں چہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے اس شیر کو کنیت سے پکار کر کہا: اے ابوالحارث! سن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میرے ساتھ ایسا ایسا معاملہ ہوا ہے۔ جنگل کا شیر یہ سن کر خوشامد میں لگ گیا اور ان کے سامنے کھڑے ہوکر دُم ہلانے لگا او رپھر ان کے برابر چلنے لگا۔ اسے جب کوئی آواز سنائی دیتی تو وہ فوراً ادھر کا رخ کرلیتا اور پھر آپ کے ساتھ بغل میں چلنے لگتا۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ اپنے اسلامی لشکر میں پہنچ گئے تو شیر ان کو پہنچا کر واپس لوٹ گیا۔

اس واقعہ کو کتاب ''شرح السّنہ'' میں بیان کیا گیا ہے۔

کراماتِ سیّدتنا اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

۷۸. عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ قَالَ: قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ قَحْطًا شَدِيْدًا فَشَكَوْا

[1] مشکاۃ المصابیح: ج ۲، ص ۵۴۵

إِلَى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ: أُنْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ فَاجْعَلُوا مِنْهُ كُوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ، فَفَعَلُوا فَمُطِرُوا مَطَرًا حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْإِبِلُ حَتَّى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ، فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ. رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ۔[1]

حضرت ابوالجوزاء سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں سخت کال آیا تو ان قحط زدہ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جاکر کہا کہ اس قحط سے ہم لوگ بہت پریشان ہوگئے ہیں۔ اس پر بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ مبارک کی طرف دیکھو اور گنبدِ خضرا میں آسمان کی طرف کو ایک آر پار سوراخ کردو تاکہ دونوں کے بیچ میں کوئی چیز حائل نہ رہے۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا تھا کہ خوب بارش ہوئی۔ اتنا مینہ پڑا کہ گھاس جم آئی اور اونٹ اتنے موٹے ہوئے کہ چربی کی وجہ سے پھٹ پڑے اور اس کا نام ''عامِ فتق'' رکھا گیا۔ اس قصّہ کو دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا ہے۔

۷۹ فِي قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ: فَقَالَ (النَّبِيُّ ﷺ) يَا أُمَّ سَلَمَةَ! لَا تُؤْذِيْنِي فِي عَائِشَةَ؛ فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِّنْكُنَّ غَيْرَهَا۔[2]

ایک طویل قصّہ کے تحت درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُمّ سلمہ! تم عائشہ سے کوئی بُرا برتاؤ کر کے مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اللہ کی قسم! بی بی عائشہ کے پاس لیٹنے کی حالت میں مجھ پر اللہ کی وحی آتی رہی۔ ان کے سوا کسی دوسری بی بی کے پاس لیٹے رہنے کی حالت میں کوئی وحی نہیں آئی، اور وہ تم سب میں ایک اچھی خاتون ہیں۔

اللہ اللہ! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کرامت اور بزرگی کو ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کو کوئی بات ناگوار ہونے سے سرکارِ دو جہاں کو صدمہ ہوتا ہے۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ایک دین دار کی تکلیف واذیت سے دوسرے دین دار کو رنج، دکھ، غم اور اندوہ وملال ہوا ہی کرتا ہے۔

۸۰. قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ: إِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا: يَا

---

[1] مشكاة المصابيح: ج ۲، ص ۵۴۵　[2] أسد الغابة: ج ۵، ص ۵۰۳ مصري

عَائِشَةُ! هٰذَا جِبْرِيْلُ يُقْرِؤُكِ السَّلَامَ، فَقُلْتُ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، تَرٰى مَا لَا أَرٰى.[1]

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بروایتِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرئیل تم کو سلام کررہے ہیں۔ میں نے جواباً کہا: ان پر اللہ کی سلامتی و رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اے حضور! آپ ان کو دیکھتے ہیں اور میں نہیں دیکھ سکتی۔

یعنی جس طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سلام کہلوایا اسی طرح ان کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب بھجوایا۔ اور چوں کہ عورت کسی مرد کو نہیں دیکھتی ہے اس لیے آپ نے بھی ان کو جھانکا تاکا نہیں۔ اس حدیث سے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عالم بالا کے ساتھ اعلیٰ درجہ کا تعلّق ظاہر ہوا کہ فرشتے تک آپ کو سلام کرتے تھے۔ یہ بھی آپ کی کرامت ہے۔

کراماتِ سیّدتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

۸۱. عَنْ خَدِيْجَةَ رضي الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: يَا ابْنَ عَمِّ! هَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تُخْبِرَنِيْ بِصَاحِبِكَ الَّذِيْ يَأْتِيْكَ إِذَا جَاءَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَبَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَهَا إِذْ جَاءَهُ جِبْرِيْلُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: هٰذَا جِبْرِيْلُ قَدْ جَاءَنِيْ، فَقَالَتْ: أَتَرَاهُ الْاٰنَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: اِجْلِسْ عَلٰى شِقِّيَ الْأَيْسَرِ، فَجَلَسَ، قَالَتْ: هَلْ تَرَاهُ الْاٰنَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: فَاجْلِسْ عَلٰى شِقِّيَ الْأَيْمَنِ، فَجَلَسَ، فَقَالَتْ: هَلْ تَرَاهُ الْاٰنَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: فَتَحَوَّلْ فَاجْلِسْ فِيْ حِجْرِيْ، فَتَحَوَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَجَلَسَ، فَقَالَتْ: تَرَاهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَتَحَسَّرَتْ وَأَلْقَتْ خِمَارَهَا، فَقَالَتْ: هَلْ تَرَاهُ؟ قَالَ: لَا، قَالَتْ: مَا هٰذَا شَيْطَانٌ إِنَّ هٰذَا لَمَلَكٌ، يَا ابْنَ عَمِّ! اُثْبُتْ وَأَبْشِرْ ثُمَّ اٰمَنَتْ بِهٖ وَشَهِدَتْ أَنَّ الَّذِيْ جَاءَ بِهِ الْحَقُّ.[2]

---

[1] أسد الغابة: ج ۵، ص ۵۰۳ [2] أسد الغابة: ج ۵، ص ۴۳۷

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (عرب کی عادت کے موافق کہ مخاطب کو چچا کے بیٹے یا بھتیجا سے خطاب کرتے ہیں اگرچہ درحقیقت یہ رشتہ نہ بھی ہو) کہا: اے میرے چچا کے بیٹے! آپ کے وہ دوست جو آپ کے پاس ہمیشہ آتے ہیں یعنی جبرئیل امین، اب جو آئیں تو مجھے ان کے آنے کی اطلاع دے سکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ہاں۔ ابھی آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آجانے کی آپ نے ان کو اطلاع کر دی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس وقت آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں۔ اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ ذرا میرے بائیں جانب بیٹھ جایئے، جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بائیں جانب بیٹھ گئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا اب آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ تو آپ نے کہا: ہاں۔ اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو ذرا اب میرے سیدھی طرف تشریف رکھیے۔ آپ بی بی کی سیدھی طرف آبیٹھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پھر پوچھا کہ اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس کے بعد بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر سے دوپٹہ اتارا اور سر کو کھول کر پوچھا: کیا اب بھی دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اب تو نہیں۔ اس پر خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ شیطان نہیں ہے بلکہ درحقیقت فرشتہ ہے۔ اب آپ مطلق نہ گھبرائیں اور حق پر ثابت قدم رہیں اور خوش ہوجائیں کہ نبوت جیسی نعمت سے آپ کو سرفراز فرمایا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ پر ایمان لائیں اور اس بات کی شہادت دی کہ آپ جو کچھ خدا کے پاس سے لائے ہیں وہ بالکل سچ ہے۔

چوں کہ ابتدائے نزولِ وحی میں سرکار کو کچھ گھبراہٹ ہونے پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسکین و تسلّی دی تھی تاکہ طبیعت کو قرار آجائے اور اس مرتبہ بھی اپنی فطرت کو کام میں لائیں۔ تسلّی دینے والا تسلّی دینے کی وجہ سے جس کو وہ تسلّی دے اس سے کبھی بھی وہ افضل و اعلیٰ نہیں بن سکتا، بلکہ ایک چھوٹا اپنے بڑے کو اس لیے بھی تسلّی دیتا ہے کہ اس کو اس کے امور مستحضر اور یاد آجائیں۔ اس حدیث سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا یہ برتاؤ بذریعہ الہام ہونا ثابت ہے۔

خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ عقل و سمجھ کے ذریعہ ہرگز ایسے لطیف اور دقیق امور کا استفادہ نہیں ہوسکتا، بلکہ یہ تمام کیفیات الہام کے ذریعہ پیدا ہوتی ہیں، اور الہام نام ہے خرقِ عادت اور کرامت کا۔

۸۲. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَتَانِي جِبْرِيْلُ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذِهِ خَدِيْجَةُ قَدْ أَتَتْكَ وَمَعَهَا إِنَاءٌ فِيْهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ، فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّيْ، وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھ سے آکر کہا کہ یارسول اللہ! آپ کے پاس بی بی خدیجہ آرہی ہیں اور ان کے ہاتھ میں جو برتن ہے اس میں سالن، کھانے کی چیز اور کچھ پینے کی چیز ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آجائیں تو ان سے میرا سلام کہہ دیجیے کہ اللہ میاں نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہہ دیجیے کہ آپ خوش ہوجایے، آپ کے لیے جنّت میں ایسا مکان ہے جو موتیوں کا بنا ہوا ہے۔ جہاں کوئی شور وغل نہیں ہے اور کوئی تکلیف نہیں ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کا سلام لے کر آنا آپ کی بزرگی اور اللہ تعالیٰ سے پکے لگاؤ کی کھلی دلیل ہے۔ چوں کہ عام طور پر بندوں سے اللہ بزرگ و برتر کا یہ برتاوا نہیں ہے۔ اور یہ تمام خرقِ عادات آپ کی کرامتیں تھیں۔

کراماتِ سیّدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

۸۳. عَنْ أُمِّ سَلْمٰى ﷺ قَالَتْ: اشْتَكَتْ فَاطِمَةُ شَكْوَاهَا الَّتِي قُبِضَتْ فِيْهَا، فَكُنْتُ أُمَرِّضُهَا فَأَصْبَحَتْ يَوْمًا كَأَمْثَلِ مَا رَأَيْتُهَا فِي شَكْوَاهَا تِلْكَ، قَالَتْ: وَخَرَجَ عَلِيٌّ لِبَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَتْ: يَا أُمَّهْ! اُسْكُبِي لِي غُسْلًا، فَاغْتَسَلَتْ كَأَحْسَنِ مَا رَأَيْتُهَا تَغْتَسِلُ، ثُمَّ قَالَتْ: يَا أُمَّهْ!

---

[1] أسد الغابة: ج ۵، ص ۴۳۸

أَعْطِينِي ثِيَابِيَ الْجُدُدَ. فَأَعْطَيْتُهَا فَلَبِسَتْهَا، ثُمَّ قَالَتْ لِي: يَا أُمَّهْ! اِجْعَلِي لِي فِرَاشِي فِي وَسْطِ الْبَيْتِ، فَفَعَلْتُ، فَاضْطَجَعَتْ وَاسْتَقْبَلَتِ الْقِبْلَةَ وَجَعَلَتْ يَدَهَا تَحْتَ خَدِّهَا، ثُمَّ قَالَتْ: يَا أُمَّهْ! إِنِّي مَقْبُوضَةٌ الْآنَ قَدْ طَهَّرْتُ الْآنَ فَلَا يَكْشِفُنِي أَحَدٌ، فَقُبِضَتْ مَكَانَهَا، قَالَتْ: فَجَاءَ عَلِيٌّ فَأَخْبَرْتُهُ.[1]

حضرت اُمّ سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسی بیماری میں مبتلا ہوئیں جس میں ان کو موت آگئی۔ وہ بیمار تھیں اور میں تیماردار تھی۔ ایک دن صبح سویرے میں نے انھیں دیکھا کہ ان کو افاقہ نظر آرہا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کہنے پر کہ اے اماں! میں نہانا چاہتی ہوں میرے لیے نہانے کا پانی انڈیل دو۔ میں نے پانی تیار کر دیا اور جس طرح وہ تندرستی میں نہاتی تھیں ویسے ہی خوب نہائیں، پھر انھوں نے نئے کپڑے مانگے، میں نے ان کو کپڑے بھی دے دیے جو انھوں نے خود پہن کر کہا: امی! اب ذرا آپ میرے لیے گھر کے بیچوں بیچ بچھونا بچھا دیجیے۔ میں نے یہ بھی کر دیا۔ بس وہ بستر پر جا لیٹیں اور قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنا ایک ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھ کر کہا: اے امی جان! اب میں اللہ تعالیٰ سے ملنے جا رہی ہوں اور بالکل پاک ہوں۔ اب کوئی بلا ضرورت مجھے کھولے نہیں۔ اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آنے کے بعد پورا واقعہ میں نے ان سے کہہ سنایا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب وفضائل اور تفصیلی حالات کتاب ''مناقبِ فاطمہ رضی اللہ عنہا'' مؤلفہ احمد حسن صاحب سنبھلی میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسندِ حنبل'' میں حضرت ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کپڑے دینے اور ان کا بستر بچھانے والی خاتون کا نام زوجہ ابی رافع ہے ہمیں تو اس کرامت کے ضمن میں یہ بتانا ہے کہ حضرت خاتونِ جنّت جو مرض الموت میں تھیں ان کو قربِ موت کا کشف الہامی ہوا۔ چناں چہ وہ تندرستوں کی طرح نہا دھو کر، نئے کپڑے بدل کر خدا سے ملنے کے لیے تیار ہوگئیں جو

---

[1] أسد الغابة: ج ٥، ص ٥٩٠

اُن کی کرامت ہے۔ کتاب ''اسد الغابہ'' جلد پنجم، صفحہ ۵۲۴ پر لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس طرح غسل سے آپ کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ آپ کو غسلِ میت نہ دیا جائے، بلکہ ایک دوسری روایت میں حضرت اسماعیل سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب میں مرجاؤں تو اے اسماء! تم اور علی مجھے نہلائیں اور اس کے سوا میرے غسل میں کوئی ہاتھ نہ لگائے۔

الحاصل آپ کو مرنے سے پہلے اپنی موت کا الہام ہوا جو آپ کی کرامت ہے۔

٨٤. عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ مِّنْ وَّرَاءِ الْحِجَابِ: يَا أَهْلَ الْجَمِيعِ! غُضُّوْا أَبْصَارَكُمْ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ ﷺ حَتّٰى تَمُرَّ.[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا پردہ کے پیچھے سے پکار کر کہے گا: اے حاضرین! اپنی آنکھیں بند کرلو، اس لیے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزر رہی ہیں۔

اللہ اللہ! آپ کی بزرگی اور بلندئ درجات کہ قیامت کے دن بھی آپ کی یہ عزت ہوگی کہ آپ کی خاطر داری کے لیے الگ الگ احکام جاری ہوتے رہیں گے۔

٨٥. عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِفَاطِمَةَ: إِنَّ اللّٰهَ يَغْضِبُ لِغَضَبِكِ وَيَرْضٰى لِرِضَاكِ.[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! تمہاری خفگی سے اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوجاتا ہے اور تمہاری رضامندی سے اللہ تعالیٰ خوش ہوجاتا ہے۔

یعنی اگر تم کسی سے ناراض ہوجاؤ اور اس پر خفا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی غضب ناک ہوکر اس شخص پر قہر و غضب کی بجلیاں گراتا ہے، کیوں کہ تم کسی سے ناحق ناراض نہیں ہوتی ہو، اور جس سے تم رضامند ہوتی ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہوکر اس پر اپنے انعام و اکرام کے بادل برساتا ہے، کیوں کہ تم بے موقع و محل کسی سے راضی و خوش نہیں ہوتی ہو۔ تمہارا غصہ اور تمہاری رضامندی سب کچھ اللہ کے واسطے ہے۔ اس لیے تم کو اللہ تعالیٰ نے اتنی عزت دی ہے اور

---

[1] أسد الغابة: ج ٥، ص ٥٢٣ [2] أسد الغابة: ج ٥، ص ٥٢٢

تمہارے رتبہ کو بلند کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا اللہ پاک کی خوش نودی اور آپ کی خفگی اللہ تعالیٰ کا غضب قرار دیا گیا، اس لیے کہ ان کا کوئی کام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں تھا۔ سب لوگ اور خصوصاً عورتیں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے قدم بہ قدم چل کر اپنا رتبہ اونچا کر سکتی ہیں۔ بس عمل کی دیر ہے۔

٨٦. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه فِيْ قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ: فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ إِلٰى فَاطِمَةَ، فَأَقْبَلَتْ تَسْعٰى، وَثَبَتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا حَتّٰى أَلْقَتْهُ عَنْهُ وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ إلخ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک طویل قصہ میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول تھے تو کافروں نے سجدہ کی حالت میں آپ کے اوپر نجاست ڈال دی اور آپ کا مذاق اڑانے لگے۔ میں نے ان کافروں کو سمجھایا لیکن وہ ماننے کے بجائے الٹا برہم ہوگئے اور فساد ہونے ہی کو تھا کہ میں نے خود کو اکیلا پا کر اس واقعہ کی اطلاع حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تا کہ ان کی صغر سنی پر ہی یہ ظالم اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اگرچہ چھوٹی عمر کی لڑکی تھیں لیکن انھوں نے میری گفتگو کو نہایت غور سے سنا اور پھر دوڑتی ہوئی جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کہ آپ ابھی تک سجدہ کی حالت میں تھے اس نجاست کو اٹھا کر دور پھینک دیا اور ان کافروں سے خوشامد کی کوئی بات کہے بغیر نہایت دلیری سے گفتگو کر کے ان کو خوب خوب صلواتیں سنائیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ نے اس حدیث کی جو شرح کی ہے اس کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اس عالی ہمتی اور قوتِ گفتار سے ان کی بزرگی اور کرامت ظاہر ہوتی ہے کہ آپ نے بچپن کے باوجود نہایت دلیری سے دشمنوں کو گالیاں دیں اور ان ظالموں کو آپ سے تعرض و مقابلہ کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ کوئی دشمن غصہ کی حالت میں اپنے مخالف کے بچہ کی سخت وسست گفتگو اور گالیوں کو کبھی بھی اس لیے یہ کہہ کر نہیں ٹالتا کہ جانے دو بچہ ہے، اس

---

[1] أشعة اللمعات: ج ٤، ص ٢٨١ مصطفائی

کی گالیاں ہی کیا، بلکہ وہ اور بھی برسرِ پیکار ہوجاتا ہے اور یہ گالیاں ایک نئی لڑائی کا پیش خیمہ ہوجاتی ہے۔ چہ جائے کہ مسلمان کے پکے دشمن یہ ظالم کافر جو لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کے عادی تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بچپن کی وجہ سے آپ کی گالیوں سے خاموش بیٹھے، بلکہ آپ کی دلیرانہ گفتگو کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان ظالم کافروں کا منہ بند کردیا۔

الحاصل حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بڑی بزرگ شخصیت تھیں اور آپ کی بہت سی کرامتیں ہیں۔

کرامتِ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ

٨٧. عَنِ الْبَرَاءِ ﷺ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ وَإِلٰى جَانِبِهٖ حِصَانٌ مَّرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ، فَجَعَلَتْ تَدْنُوْ وَتَدْنُوْ، وَجَعَلَ فَرَسُهٗ يَنْفِرُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ، فَقَالَ: تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.[1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کے برابر میں مضبوط رسیوں سے ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اور یہ آدمی سورۂ کہف کی تلاوت کررہا تھا کہ اتنے میں ایک اَبر اُٹھا اور وہ گھوڑے پر بھی چھا گیا۔ گھوڑا بدک رہا تھا اور بادل برابر بڑھتا جارہا تھا۔ اس قصّہ کا تذکرہ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ بادل نہیں تھا بلکہ تلاوتِ قرآن مجید کی وجہ سے طمانینت وسکون کے فرشتے نازل ہوئے تھے۔

٨٨. عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ﷺ أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ ﷺ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَفَرَسُهٗ مَرْبُوْطَةٌ عِنْدَهٗ إِذْ جَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَتَتْ، فَقَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَتَتْ، فَقَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ، فَانْصَرَفَ وَكَانَ ابْنُهٗ يَحْيٰى قَرِيْبًا مِّنْهَا فَأَشْفَقَ أَنْ تُصِيْبَهٗ، وَلَمَّا أَخَّرَهٗ رَفَعَ رَأْسَهٗ إِلَى السَّمَاءِ، فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيْهَا

[1] مشكاة المصابيح: ج ١، ص ١٨٤

أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: اِقْرَأْ يَابْنَ حُضَيْرٍ، قَالَ: فَأَشْفَقْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْ تَطَأَ يَحْيٰى وَكَانَ مِنْهَا قَرِيْبًا، فَانْصَرَفْتُ إِلَيْهِ وَرَفَعْتُ رَأْسِي إِلَى السَّمَآءِ فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ، فَخَرَجْتُ حَتّٰى لَا أَرَاهَا، قَالَ: وَتَدْرِي وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارٰى مِنْهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.[1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ ایک رات سورۂ بقرہ کی تلاوت کررہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے پاس بندھا ہوا تھا۔ وہ دفعتاً کودا تو یہ خاموش ہوگئے اور وہ گھوڑا بھی ٹھہر گیا، اور جب وہ تلاوت کرنے لگے تو گھوڑے نے پھر جولانی دکھائی تو یہ پھر چپ ہوگئے اور وہ گھوڑا بھی خاموش کھڑا ہوگیا، پھر یہ پڑھنے لگے تو تیسری مرتبہ اس گھوڑے نے ٹاپیں مارنا شروع کردیں تو یہ قرآن شریف پڑھنا چھوڑ کر وہاں سے اس لیے ہٹ گئے کہ گھوڑا ان کے چھوٹے لڑکے یحییٰ کو جو اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، کہیں لات نہ ماردے جس سے بچہ کو نقصان پہنچ جائے۔ انھوں نے اپنے لڑکے کو وہاں سے اٹھا کر اپنا سر جو اونچا کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان پر سائبان کی طرح ایک چیز ہے جس میں چراغ جل رہا ہے۔ صبح کو یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ نے فرمایا: تم پڑھتے جاتے اور برابر پڑھتے رہتے۔ انھوں نے کہا کہ میں اس بات سے ڈر گیا کہ میرا بیٹا یحییٰ جو گھوڑے کے قریب ہی تھا کہیں اس کو کوئی نقصان نہ ہوجائے۔ اسی لیے میں نے تلاوت چھوڑ کر بچہ کی طرف رخ کیا اور اتفاقاً آسمان کی طرف سر اٹھانے پر اس سائبان کو دیکھا جس میں لیمپ روشن تھے۔ میں یحییٰ کو وہاں سے ہٹا کر نکلا تو میں نے وہ سائبان وغیرہ کچھ نہ دیکھا۔

اس پر سرکارِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جانتے ہو وہ کیا تھا؟ میں نے عرض کیا: جی نہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز کے قریب آرہے تھے۔ اگر تم قرآن کریم مسلسل اور برابر پڑھتے رہتے تو صبح کو تمام لوگ ان کو دیکھتے اور وہ کسی کی آنکھ سے چھپے نہ

---

[1] مشکاۃ المصابیح: ج ۱، ص ۱۸۴

رہتے۔ یعنی ہر ایک کو دکھائی دیتے۔ ''بخاری شریف'' کی اس متفق علیہ حدیث کو ''مسلم'' میں بھی درج کیا گیا ہے۔

کرامت بعض اصحاب النّبی صلی اللہ علیہ وسلم

٨٩. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خِبَاءَهُ عَلَى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ حَتّٰى خَتَمَهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هِيَ الْمَانِعَةُ، هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ.[1] رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بعض اصحاب نے اپنا خیمہ اس جگہ لگایا جہاں ایک قبر تھی جو انھیں معلوم نہ تھی اور اس قبر کے مردے نے سورۂ تبارک الذی پڑھ کر پوری کی۔ ان اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر پورا واقعہ بیان کیا۔ چناں چہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورۂ تبارک الذی انسان کو برائیوں سے روکنے والی اور سختیوں سے بچانے والی ہے۔ اس سورت نے اس قبر والے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلائی۔ اس واقعہ کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ بعض اصحاب النّبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جیتے جاگتے اس قبر والے کی آواز سنی اور اس کی حالت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جو خرقِ عادت وکرامت ہے۔

کرامتِ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

٩٠. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ: فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟ قُلْتُ: زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللّٰهُ بِهَا، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ، وَتَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ؟

[1] مشكاة المصابيح: ج ١، ص ١٨٧، ١٨٨

قُلْتُ: لَا، قَالَ: ذَاكَ الشَّيْطَانُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک طویل قصہ کے ماتحت کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر کہ تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ حضور! اس کا ارادہ ہے کہ مجھے ایسی باتیں سکھائے گا جن سے مجھے فائدے ہوں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: یاد رکھو جو کچھ اس نے کہا وہ تو ٹھیک ہے، لیکن وہ ہے جھوٹا۔ اور تم تین راتوں سے جس سے باتیں کر رہے ہو جانتے ہو وہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور میں تو پوری پوری اس کی حقیقت نہیں جانتا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مردود شیطان ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایتِ حدیث کو مشکوٰۃ شریف میں بیان کیا گیا ہے لیکن ضرورت کے موافق اس کا تھوڑا سا وہ مضمون یہاں نقل کر دیا ہے جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مردود شیطان کو گرفتار کر لینا مذکور ہے۔ شیطان کی گرفتاری یہ خرقِ عادت اور کرامت ہے۔

کرامتِ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ

٩١. عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ: كُنَّا أَرْبَعَةَ إِخْوَةٍ وَكَانَ الرَّبِيعُ أَخُونَا أَكْثَرَنَا صَلَاةً وَأَكْثَرَنَا صِيَامًا فِي الْهَوَاجِرِ، وَأَنَّهُ تُوُفِّيَ فِينَا وَنَحْنُ حَوْلَهُ، وَبَعَثْنَا مَنْ يَّبْتَاعُ لَهُ كَفَنًا، إِذْ كَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ الْقَوْمُ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا أَخَا عَبْسٍ، أَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنِّي لَقِيتُ عَزَّ وَجَلَّ بَعْدَكُمْ فَلَقِيتُ رَبًّا غَيْرَ غَضْبَانَ فَاسْتَقْبَلَنِي بِرُوحٍ وَرَيْحَانٍ وَّإِسْتَبْرَقٍ، أَلَا وَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ عَلَيَّ فَعَجِّلُونِي وَلَا تُؤَخِّرُونِي، ثُمَّ كَانَ بِمَنْزِلَةِ حَصَاةٍ رُمِيَ فِي طَسْتٍ، فَنُمِيَ الْحَدِيثُ إِلٰى عَائِشَةَ، أَمَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: يَتَكَلَّمُ رَجُلٌ مِّنْ أُمَّتِي بَعْدَ الْمَوْتِ. رَوَاهُ فِي الْحِلْيَةِ.[2]

حضرت ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ ہم چار بھائی تھے اور ہمارے بڑے بھائی حضرت ربیع رضی اللہ عنہ

---

[1] مشکاة المصابیح: ج ١، ص ١٨٥　[2] الرحمة المهداة: ص ٣٠٣

پکے نمازی اور بڑے روزہ دار تھے۔ سردیوں، گرمیوں میں بھی وہ نفلیں پڑھتے اور روزے رکھتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ہم سب ان کے آس پاس اکٹھا تھے اور ہم ان کے لیے کفن کا کپڑا لینے آدمی بھی بھیج چکے تھے کہ اچانک انھوں نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹا کر کہا کہ السلام علیکم! ہم لوگ جو عبسی قوم کے ہیں جواب دیا: وعلیک السلام اے برادر عبسی۔ کیا موت کے بعد بھی تم بات چیت کرتے ہو؟ حضرت ربیع نے جواب دیا: ہاں تم سے جدا ہو کر جب میں پروردگارِ عالم سے ملا تو میں نے اسے غضب ناک نہیں دیکھا۔ اس نے مجھ پر رحمتوں کے بادل برسا کر جنّت کی خوشبوئیں، جنّت کی روزی، جنّت کے لباس اور دبیز ریشمی کپڑے مرحمت فرمائے۔ سنو! حضرت ابوالقاسم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میری نماز پڑھانے کے لیے منتظر ہیں، بس اب دیر مت لگاؤ اور جلدی کرو۔ اس کے بعد وہ اس طرح ہوگئے جیسے کسی طشت میں ایک کنکری گر جائے۔ یعنی تھوڑی دیر کے لیے ان کی زبان نے حرکت کی اور پھر وہ بالکل خاموش اور بے جان ہوگئے اور پھر ان کے کفن و دفن کا انتظام کیا گیا۔

یہ قصّہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنایا گیا تو آپ نے فرمایا: ہاں مجھے یاد ہے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت میں ایسے آدمی ہیں جو مرنے کے بعد بھی گفتگو کرتے ہیں۔

اس واقعہ کو ''حلیۃ'' میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ربیع رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی صحابہ کی فہرست میں دیکھا تو نہیں گیا مگر دوسرے قرینوں اور اس واقعہ سے بھی آپ کا صحابی ہونا مسلّم ہو جاتا ہے۔

کراماتِ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ

۹۲، ۹۳. عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ ﷺ قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ فَسِرْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا دَارِيْنَ وَالْبَحْرُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ، فَقَالَ: يَا عَلِيْمُ! يَا حَكِيْمُ! يَا عَلِيُّ! يَا عَظِيْمُ! إِنَّا عَبِيْدُكَ، اَللّٰهُمَّ فَاجْعَلْ لَنَا إِلَيْهِمْ سَبِيْلًا، فَتَقَحَّمَ بِنَا الْبَحْرَ فَخُضْنَا، مَا بَلَغَ لُبُوْدَنَا الْمَاءُ فَخَرَجْنَا إِلَيْهِمْ.

وَفِي رِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ: فَلَمَّا رَأَى عَامِلُ كِسْرَى فَقَالَ: لَا نُقَاتِلُ هٰؤُلَاءِ. فَقَعَدَ فِي سَفِينَةٍ وَلَحِقَ بِفَارِسٍ. رَوَاهُ فِي "الْحِلْيَةِ".[1]

سہم بن منجاب نے بیان کیا کہ ہم علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوکر جب مقامِ دارین پہنچے جو ہندوستانی مشک اور کستوری کی بحرین میں بہت بڑی منڈی ہے اور سمندر کے ساحل پر واقع ہے۔ چناں چہ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے سمندر کے کنارے پر کھڑے ہوکر کہا: اے اللہ! تو جاننے والا ہے، تو حکمت والا ہے، تو قوت والا ہے، تو بہت بڑا ہے، ہم تیرے بہت معمولی بندے یہاں کھڑے ہوئے ہیں اور اسلام کا دشمن سمندر کے اس سرے پر ہے۔ اے اللہ! ان کو شکست دینے کے لیے ان کو راہِ راست پر لانے کے لیے اور ان کو اسلام کا کلمہ پڑھانے کے لیے ہم کو ان تک پہنچادے۔

اس دعا کے بعد انھوں نے ہم کو سمندر میں اتار دیا۔ اس سمندر کا پانی ہمارے گھوڑوں کے سینہ تک بھی نہیں پہنچا اور ہم سمندر پار ہوکر اسلام کے دشمنوں پر جاٹوٹے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان حالات کو بادشاہ کسریٰ کے عامل نے دیکھ کر اپنی فوج کے سرداروں سے کہا کہ ہم ان مجاہدوں سے ہرگز نہیں لڑسکتے۔ ان بہادروں سے مقابلہ کی ہم کو تو ہمت ہی نہیں رہی، اور بالآخر وہ کشتی میں بیٹھ کر فارس کی طرف روانہ ہوگیا اور اس کی فوج بھی ایک دو تین ہوگئی۔

اس قصّہ کو حلیہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

کرامتِ حضرت زید بن خارجہ بن زید بن ابی زہیر انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ

۹۴. ذَكَرَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رحمه الله فِي "تَهْذِيبِ التَّهْذِيبِ" فِي تَرْجَمَتِهِ: وَإِنَّهُ الْمُتَكَلِّمُ بَعْدَ الْمَوْتِ. ابْنُ سَعْدٍ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَالتِّرْمِذِيُّ وَيَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ وَالْبَغَوِيُّ وَالطَّبَرِيُّ وَأَبُو نُعَيْمٍ وَغَيْرُهُمْ.[2]

---

[1] الرحمة المهداة: ص ۳۰۳ [2] ج ۳، ص ۴۰۹، ۴۱۰

حافظ حدیث ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تہذیب التہذیب'' میں لکھا ہے کہ زید بن خارجہ وہ شخصیت ہے جنھوں نے مرنے کے بعد بھی گفتگو کی۔ اس کو ابن سعد، ابن ابی حاتم، امام ترمذی، یعقوب بن سفیان، بغوی، طبری اور ابو نعیم وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔

زید بن خارجہ نے خلافتِ سوم میں داعیٔ اجل کو لبّیک کہا۔

''تہذیب التہذیب'' کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ اس قصّہ کی سند حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان کی کہ زید بن خارجہ کے انتقال کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے خلیفۂ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار تھا۔ میں نے کہا: لاؤ اتنی دیر میں دو رکعت نفل پڑھ لیتا ہوں۔ ادھر میں نماز میں لگا اور ادھر زید بن خارجہ نے اپنے منہ پر سے کپڑا ہٹا کر کہا: **السلام علیکم یا أهل البیت!** سب لوگوں سے ان کی گفتگو ہو رہی تھی اور میں سجدہ میں **سبحان ربي الأعلٰی** پڑھ رہا تھا۔

زید بن خارجہ نے اپنی دورانِ گفتگو میں کہا: لوگو! بالکل خاموش ہو جاؤ۔ سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ سب سے سچّے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جو جسمانی طور پر تو دبلے پتلے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے احکام کے اجرا میں بڑے طاقت ور اور قوت دار تھے، اور اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ سچّے تھے، وہ جس طرح مضبوط بدن کے آدمی تھے اسی طرح احکامِ خدا کے اجرا میں بھی بڑے سخت اور بہت کڑے تھے۔ اور اب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جن کی خلافت کے دو برس بیت گئے اور چار سال باقی ہیں۔ یہ بھی سچ اور صداقت کا مجسّمہ ہیں۔ ان کے دورِ خلافت میں تمام معاملات اور اشیائے محفوظ پر فتنوں کا دباؤ ہے۔ اور اریس کے کنوئیں کو تو تم لوگ جانتے ہی ہو جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گر گئی تھی اور اسی دن سے فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے تھے۔

اور اے عبد اللہ بن رواحہ! تم پر خدا کی سلامتی ہو، کیا تم کو خارجہ اور سعد کے حالات معلوم نہیں۔ اس کے بعد وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ میں تو نماز سے فارغ ہو کر یہ تمام باتیں سن ہی رہا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تشریف لا کر نمازِ جنازہ پڑھا دی۔

اس واقعہ کو کئی طریقوں سے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات نے بیان کیا ہے۔[1]

کرامتِ حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ

۹۵۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ اور علامہ بیہقی رحمۃ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ وہ جنگِ بدر میں ایک مشرک کے قتل کرنے کے لیے جھپٹے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ شمشیر آب دار ابھی اس تک پہنچی بھی نہیں کہ اس کا سر کٹ کر نیچے گر پڑا۔[2]

کرامتِ حضرت سہل بن حُنیف رضی اللہ عنہ

۹۶۔ حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہم بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن حُنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنگِ بدر کی حالت یہ تھی کہ ہمارے کسی مشرک اور خدا کے باغی کے قتل کے لیے تلوار کا اشارہ کرتے ہی ہماری تلوار اس کے سر پر پڑتی تک نہ تھی کہ اس بدبخت کی کھوپڑی کٹ کر دور جا پڑتی۔ واقعہ یہ ہے کہ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی امداد کے لیے آسمان سے فرشتے آتے تھے اور وہ ہر مسلمان کا اشارہ پاتے ہی اس مشرک کو قتل کر دیتے تھے۔

کرامتِ حضرت ابو بردہ دینار رضی اللہ عنہ

۹۷۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشرکوں کے تین سر لے جا کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ان میں سے دو کو تو میں نے قتل کیا ہے اور تیسرے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک خوش رو نوجوان جو بڑا لمبا تڑنگا تھا لیکن وہ ہم مجاہدوں میں کا نہیں تھا، کیوں کہ سب دوستوں کو تو میں پہچانتا ہوں۔ اس شیر مرد نے اس ناپاک کو مار کر گرایا اور میں اس گندے سر کو یہاں لے آیا ہوں۔ اس پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فلانا فرشتہ تھا۔[3]

---

[1] تہذیب التہذیب: ج ۳، ص ۴۱۰ تا ۴۱۴۔ [2] الکلام المبین: صفحہ ۷۹۔ [3] الکلام المبین: ص ۸۰

کرامتِ حضرت سہل بن عمرو رضی اللہ عنہ

۹۸۔ علامہ بیہقی رحمۃ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جنگِ بدر میں کچھ گورے چٹے اور سرخ وسفید لوگوں کو دیکھا جو چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے اور مشرکوں میں سے کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ جدھر رخ کرتے صفوں کی صفیں ختم کردیتے۔[۱]

فوجِ رواں کی طرح جدھر یہ پلٹ گئے
مشرک سر اپنا پھینک کے پیچھے کو ہٹ گئے

کرامتِ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

۹۹۔ صحیحین میں حضرت اسامہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔[۲]

کرامتِ زن صالحہ رضی اللہ عنہا

۱۰۰۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک اندھی بڑھیا کے ایک نوجوان انصاری بیٹے نے وفات پائی اور بڑھیا نے اس کے منہ پر کپڑا اُڑھا دیا۔

ہم اس کو صبر وتسلّی دے رہے تھے۔ بیچ میں وہ کہنے لگی: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے پیغمبر کی طرف اس امید پر ہجرت کی کہ تو تکلیفوں میں میری مدد کرے۔ آج میری مصیبت کو تو ٹال دے۔ اے اللہ! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ میری مدد کر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ابھی وہیں بیٹھے تھے کہ اس مُردے نے جو اپنے باپ کے لحاظ سے انصاری تھا اپنے منہ سے کپڑا ہٹایا اور اپنی بڈھی مہاجر ماں سے کہا: اب تم مت گھبراؤ میں اچھا ہوگیا۔ چناں چہ ہم سب نے اس کے ساتھ کھانا کھایا۔[۳]

---

[۱]، [۲] الکلام المبین: ص ۸۱ [۳] الکلام المبین: ص ۱۰۴، ۱۰۵

لیکن اس صحابیہ رضی اللہ عنہا نے غلبہٗ حال میں مجبوراً دعا کی تھی اور غلبہٗ حال میں ہر شخص معذور ہے۔ اور اس صحابیہ کی نیتِ ہجرت کا مطلب یہ ہے کہ ہجرت تھی تو اللہ کے لیے مگر اس کی برکت سے مقصودِ انسانی بھی پیشِ نظر تھا، اور صلوٰۃ الحاجت کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے کہ انسان کی تکلیفیں دور ہو جائیں تاکہ وہ اطمینان سے عبادت کر سکے۔

نوٹ: ہر وہ دعا جس میں مقصد کا حصول ناممکن سا ہو وہ جائز نہیں۔

کرامتِ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

۱۰۱۔ علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن عبیداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ ثابت بن قیس جس وقت جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے تو ان کے دفن میں، میں بھی شریک تھا۔ جب ان کو قبر میں رکھ دیا گیا تو انھوں نے کہا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ، عُمَرُ الشَّهِيْدُ، عُثْمَانُ الْبِرُّ الرَّحِيْمُ.

اس پوری شہادت کو ہم نے سنا۔ اس کے بعد ان شہید کو ویسا ہی پایا جیسا کہ وہ باتیں کرنے سے پہلے تھے، یعنی بالکل خاموش مردہ۔[1]

کرامتِ حضرت جعد بن قیس رضی اللہ عنہ

۱۰۲۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے جعد بن قیس مرادی سے روایت کی ہے کہ حج کرنے کے ارادہ سے چار آدمی اپنے وطن سے روانہ ہوئے اور ملک یمن کے ایک جنگل میں جا رہے تھے کہ ہم کو یہ شعر سنائی دیے۔

اے جانے والے سوارو! جب تم زمزم اور حطیم پر پہنچو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنھیں خدا نے اپنا پیغمبر بنایا ہے ہمارا سلام عرض کرنا، اور یہ بھی کہنا کہ ہم آپ کے دین پر برقرار ہیں۔ آپ کے فرماں بردار اور تابع دار ہیں، اور آپ کی اطاعت کرنے کی ہم کو مسیح بن مریم علیہما السلام نے بھی وصیّت کی تھی۔[2]

---

[1] الکلام المبین: ص ۱۰۵ [2] الکلام المبین: ص ۱۲

کرامتِ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ

۱۰۳۔ امام احمد، بزار، ابویعلی، بیہقی اور دیگر محدثین نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریکِ سفر تھے، مکّہ معظّمہ کے راستہ میں بمقام ''عرج'' پڑاوٗ ڈالا گیا اور الگ الگ خیمے نصب کیے گئے۔

میں اپنے خیمہ سے نکل کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات و مزاج پرسی کے لیے جب لشکر کے خیمہ میں پہنچا تو آپ وہاں نہ تھے بلکہ وہاں سے دور سامنے جنگل میں تنہا تشریف فرما تھے۔ میں لپکتا ہوا جب قریب پہنچا تو شور و غوغا کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ بس میں سمجھ گیا کہ مردانِ غیب کا ہجوم ہے اور میں وہیں دور ٹھہر گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ بہت سے آدمی چیخ چیخ کر باتیں کر رہے ہیں اور جھگڑا ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے وہیں جنگل میں عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کیا شور تھا؟ آپ نے فرمایا: مسلمان جنوں اور کافر جنوں میں سکونت کی نزاع تھی اور دونوں گروہ چیختے ہوئے اس خرخشے کے تصفیہ کے لیے میرے پاس آئے تھے۔ میں نے ان لوگوں کا مقدمہ سن کر یہ فیصلہ کردیا کہ مسلمان جن ''حبش'' میں اور کافر جن ''غور'' میں سکونت اختیار کریں اور آپس میں ہرگز نہ ملیں۔ اس پر وہ راضی ہوگئے اور چلے گئے۔

اس حدیث کے راوی حضرت کثیر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے تجربہ کیا کہ ملکِ ''حبش'' میں جن کے آسیب کے مریض کو جلدی شفا ہوجاتی ہے اور ملکِ ''غور'' میں جس کو آسیب گھیر لیتا ہے تو وہ اکثر ہلاک ہوجاتا ہے۔[1]

کرامتِ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ

۱۰٤. فِيْ ''رَوْضِ الرَّيَاحِيْنِ'' وَمِنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ الْمُتَّفَقِ عَلٰى صِحَّتِهٖ أَيْضًا فِيْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رضی اللہ عنہ الَّذِيْ قَالَ فِي الَّتِيْ

---

[1] الکلام المبین: ص۱۲۲

اِدَّعَتْ عَلَيْهِ أَنَّهُ أَخَذَ شَيْئًا مِّنْ أَرْضِهَا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَأَعْمِ بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَا فِي أَرْضِهَا، فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِي فِي أَرْضِهَا إِذْ وَقَعَتْ فِي حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ. أَخْرَجَهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ.[1]

سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں جس حدیث پر تمام عُلَما کا اتفاق ہے اور جس کو ''روض الریاحین'' میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ایک مکار عورت نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ پر یہ جھوٹا دعویٰ کیا تھا کہ انھوں نے اس کی زبردستی کچھ زمین لے لی ہے۔ اس پر حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے بددعا کی۔ اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھیں پھوڑ دے اور اس کو اس کی زمین پر ہی موت دے دے۔ بس وہ اپنی زندگی ہی میں اندھی ہوگئی، اور ایک دن جب کہ وہ اپنی زمین پر چل رہی تھی ناگاہ ایک گڑھے میں گر کر مرگئی۔ اس قصہ کو ''صحیحین'' میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

کراماتِ حضرت سلمان وابودرداء رضی اللہ عنہما

۱۰۵، ۱۰۶. إِنَّهُ كَانَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہما قَصْعَةٌ فَسَبَّحَتْ حَتّٰى سَمِعَا التَّسْبِيْحَ.[2]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور دونوں کے بیچ میں ایک پیالہ رکھا ہوا تھا جو "سبحان اللّٰہ" پڑھ رہا تھا اور اس کی اس تسبیح کو دونوں حضرات نے سنا۔

کرامتِ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

۱۰۷. فِي حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: قَالَ: مَنْ كَانَ يُطْعِمُكَ؟ قُلْتُ: مَا كَانَ لِي مِنْ طَعَامٍ إِلَّا مَاءَ زَمْزَمَ فَسَمِنْتُ حَتّٰى تَكَسَّرَتْ عُكَنُ بَطْنِي، وَمَا أَجِدُ عَلٰى كَبِدِي سُخْفَةَ جُوْعٍ، فَقَالَ: إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ وَإِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.[3]

---

[1] ص ۱۷ مصری [2] روض الرياحين: ص ۱۸ [3] تيسير الأصول: ج ۲، ص ۱۵۲

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک لمبی حدیث میں بیان کیا ہے کہ مجھ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے ابوذر! تم کو کھانا کون کھلاتا تھا؟ میں نے جواب دیا: حضور! مجھے کھانا تو کوئی نہیں کھلاتا تھا البتہ آبِ زم زم خوب پیا کرتا تھا جس سے میں موٹا ہوگیا اور اتنا موٹا ہوگیا کہ میرے پیٹ پر بٹیں پڑنے لگیں، اور بھوک نے میرے جگر کا فعل بھی خراب نہیں کیا۔ اس پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آبِ زمزم بڑی اچھی چیز ہے اور پیٹ بھرنے کے لیے عمدہ قسم کا کھانا بھی ہے۔ اس کو ''مسلم'' میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ چاہِ زمزم پر ایک ماہ تک مقیم رہے۔ آپ وہاں صرف آبِ زم زم ہی پیتے رہے اور کوئی غذا نہیں کھائی۔ اگرچہ اس متبرک پانی کی تاثیر یہی ہے مگر ہر شخص اس کا مظہر نہیں ہوسکتا، جن کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے وہی ایسی برکتوں کے محل ومظہر ہوا کرتے ہیں۔

ور بخواہی آدمیت، دررہِ آن، زودزن

کرامتِ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

۱۰۸-۱۱۰۔ ''صحیح مسلم شریف'' میں حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرشتے مجھے سلام کیا کرتے تھے۔ مجھے تیس برس سے بواسیر تھی، اس بیماری کو دور کرنے کے لیے میں نے مسّوں کو داغنا شروع کیا تو فرشتوں نے مجھے سلام کرنا چھوڑ دیا، اور جب میں نے اس مکروہ فعل کو ترک کردیا تو ملائکہ پھر مجھے سلام کرنے لگے۔

اور ''صحیح ترمذی'' میں ہے کہ عمران بن حصین کے گھر میں لوگ کسی سلام کرنے والے کو تو نہیں دیکھتے تھے مگر **السلام علیکم یا عمران** کی آوازیں برابر ان کو سنائی دیتی تھیں۔

''نسیم الریاض'' میں معتبر کتابوں کے حوالہ سے لکھا ہوا ہے: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرشتے مصافحہ کیا کرتے تھے۔

بدن کے کسی عضو کو داغنا، گودنا اور جلانا بہت ہی برا کام ہے، لیکن حضرت عمران بن حصین سے فرشتوں کا سلام، دعا، گفتگو اور مصافحہ یہ ان کی کرامتیں ہیں۔

کرامتِ حضرت حارث بن کلدہ رضی اللہ عنہ

۱۱۱، ۱۱۲. أَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ وَالْحَاكِمُ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَالْحَارِثَ بْنَ كَلْدَةَ يَأْكُلَانِ حَرِيرَةً أُهْدِيَتْ لِأَبِي بَكْرٍ، اِرْفَعْ يَدَكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ! إِنَّ فِيهَا لَسَمَّ سَنَةٍ، وَأَنَا وَأَنْتَ نَمُوتُ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ، فَرَفَعَ يَدَهُ فَلَمْ يَزَالَا عَلِيلَيْنِ حَتّٰى مَاتَا فِي يَوْمٍ وَّاحِدٍ عِنْدَ انْقِضَاءِ السَّنَةِ.[1]

ابن سعد اور حاکم رحمہما اللہ نے صحیح سند کے ساتھ ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت حارث رضی اللہ عنہ دونوں بیٹھے تھے اور دلیا کھا رہے تھے جو تحفہ کے طور پر آیا تھا۔ دلیا کھاتے کھاتے اچانک حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خلیفہ رسول! ہاتھ کھینچ لیجیے، اللہ کی قسم! اس حریرہ میں وہ زہر ہے جس سے سال بھر میں ہلاکت واقع ہوتی ہے۔ اب آپ اور ہم دونوں ایک ہی دن مریں گے۔ چناں چہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے وہ دلیا کھانا چھوڑ دیا، اور پھر دونوں ایک سال تک بیمار رہ کر ایک ہی دن اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔

حضرت حارث رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں ظاہر ہوئیں، ایک تو دلیا کھاتے کھاتے بغیر کسی ظاہری سبب کے یہ معلوم کرلیا کہ اس میں وہ سلو پائزن ملا ہوا ہے جس کا کھانے والا ایک سال میں ہلاک ہوجاتا ہے، اور دوسری کرامت یہ کہ دونوں کی وفات ایک ہی دن ہوگی، اور یہ سب ایسا ہی ہوا جس کو قرینہ سے کوئی دوسرا معلوم نہیں کرسکتا، اور یہ کشف آپ کی کرامت تھی۔

کرامتِ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ

۱۱۳. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما فِي قِصَّةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنِّي لَصَادِقٌ وَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا يُبْرِئُ ظَهْرِي مِنَ الْحَدِّ، فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ علیہ السلام، وَفِيهِ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْلَا مَا مَضٰى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ

[1] تاريخ الخلفاء: ص ٦٠

لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر زنا کا دعویٰ کیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ہلال! تم گواہ لاؤ ورنہ اس بہتان کی وجہ سے تم پر حدِ قذف جاری ہوگی، یعنی تم کو اسّی کوڑے مارے جائیں گے۔ اس پر حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو دینِ حق دے کر بھیجا میں بالکل سچّا ہوں اور اللہ تعالیٰ عن قریب کوئی حکم بھیجے گا جو میری کمر کو حدِ قذف سے بری کردے گا۔ اتنے میں حضرت جبرئیل آئے اور لعان کی آیت ساتھ لائے۔ یعنی وہ حکم جس سے میاں بیوی کی قسموں سے جھوٹ اور سچ کا فیصلہ ہوتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر لعان کا یہ حکم اللہ تعالیٰ نازل نہ کرتا تو میرا اور اس عورت کا معاملہ بڑا ہی سخت ہوجاتا۔ یعنی اس کو وہ سزا دی جاتی جو ولد الحرام پیدا ہونے والے لڑکے کے لیے مقرر کردی گئی تھی۔ اس کو بخاری، ترمذی اور ابوداود نے بھی بیان کیا ہے۔

کرامتِ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

۱۱۴۔ ’’بیہقی‘‘ و ’’نسائی‘‘ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر خالد رضی اللہ عنہ نے جب عمارتِ عُزّٰی کو ڈھایا تو اس میں سے ایک کالی بھجنگ ننگی عورت پریشان حال اپنے سر پر ہاتھ رکھے چیختے ہوئے نکلی ہی تھی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے اور پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آکر اس قصّہ کو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: عُزّٰی وہی عورت تھی جس کو تم نے قتل کردیا۔ اب کبھی اس عورت کی عبادت نہ ہوگی۔ شاباش! شاباش!

عُزّٰی درخت پر بنائی ہوئی ایک عمارت تھی جس کو مشرکین اس لیے پوجتے تھے کہ اس میں سے آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ از قبیلِ شیاطین اس عمارت میں ایک خبیث روح تھی جو بولا کرتی تھی۔ چناں چہ وہ خبیث روح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف سے انسانی صورت میں جب وہاں سے نکلی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اسی کا نام عُزّٰی تھا۔

---

[1] تکشف: ج ۵، ص ۲۹

اسی شیطانی روح کو قتل کرنا اور بت خانہ عُزّٰی کی پھر دوبارہ عبادت نہ ہونا یہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔

کرامت حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

۱۱۵. رَوَى الْبُخَارِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ فِي حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: لَمَّا قُتِلَ الَّذِيْنَ بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ وَأُسِرَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ: مَنْ هٰذَا؟ وَأَشَارَ إِلَى قَتِيْلٍ، فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ: هٰذَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ، فَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى إِنِّي لَا أَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَرْضِ ثُمَّ وُضِعَ.[1]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل حدیث میں روایت بیان کی ہے کہ ہشام بن عروہ نے کہا کہ مجھ سے میرے والد بزرگوار فرماتے تھے کہ ''بیر معونہ'' میں جس وقت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید کیے گئے اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو قید کیا گیا تو ان سے عامر بن طفیل نے ایک مقتول وشہید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: یہ کون ہے؟ جس پر اسیرِ مشرکین عمرو بن امیہ نے جواب دیا: تم نہیں جانتے؟ یہ تو عامر بن فہیرہ ہیں۔ اور عامر بن طفیل نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے اس شہید یعنی عامر بن فہیرہ کے جنازے کو آسمان کی طرف جاتے ہوئے دیکھا اور پھر وہ جنازہ اتنا اونچا ہو گیا کہ آسمان و زمین کے درمیان میں اس کو دیکھ نہ سکا۔ یعنی وہ میری حدِ نظر سے بھی پرے ہو گیا، اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کا جنازہ زمین پر لا کر رکھ دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے عامر بن فہیرہ کی عظمت و بزرگی دکھانے کے لیے ان کے جنازہ کو آسمان کی طرف اٹھانا دکھایا۔ یہ بھی آپ کی کرامت تھی۔

کرامت ایک جنّ صحابی کی

۱۱۶-۱۱۸. أَخْرَجَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي كِتَابِ "صَفْوَةِ الصَّفْوَةِ" بِسَنَدِهٖ

---

[1] ج ۲، ص ۵۸۷

عَنْ سَهْلِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كُنْتُ فِي نَاحِيَةِ دِيَارِ عَادٍ إِذْ رَأَيْتُ مَدِيْنَةً مِنْ حَجَرٍ مَنْقُوْرٍ فِي وَسْطِهَا قَصْرٌ مِّنْ حِجَارَةٍ تَأْوِيْهِ الْجِنُّ، فَدَخَلْتُ فَإِذَا شَيْخٌ عَظِيْمُ الْخَلْقِ يُصَلِّيْ نَحْوَ الْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ فِيْهَا طَرَاوَةٌ، فَسَلَّمَ، أَتَعَجَّبُ مِنْ عَظِيْمِ خِلْقَتِهٖ كَتَعَجُّبِي مِنْ طَرَاوَةِ جُبَّتِهٖ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، وَقَالَ: يَا سَهْلُ! إِنَّ الْأَبْدَانَ لَا تُخْلِقُ الثِّيَابَ، وَإِنَّمَا تُخْلِقُهَا رَوَائِحُ الذُّنُوْبِ وَمَطَائِمُ السُّحْتِ، وَإِنَّ هٰذِهِ الْجُبَّةَ عَلَيَّ مُنْذُ سَبْعِ مِائَةِ سَنَةٍ لَقِيْتُ فِيْهَا عِيْسٰى وَمُحَمَّدًا علیہما الصلوۃ والسلام، فَآمَنْتُ بِهِمَا، فَقُلْتُ: وَمَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: مِنَ الَّذِيْنَ نُزِّلَتْ فِيْهِمْ ﴿قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ [1]

حافظِ حدیث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''صفوۃ الصفوۃ'' میں اپنی سند سے امام الاولیاء حضرت سہل بن عبداللہ سے روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں قومِ عاد کے شہروں میں شہر عاد کی ایک سرحد پر تھا جہاں میں نے تراشیدہ پتھروں کا ایک شہر دیکھا۔ یعنی اس شہر کی سب عمارتیں پتھروں کے اندر سے کھود کر بنائی گئی تھیں اور اس شہر کے بیچوں بیچ ایک سنگین محل تھا جس میں جنّات رہا کرتے تھے۔ ایک دن میں اس محل میں گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک موٹا تازہ اور لحیم شحیم پرانا بڈھا کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے اور پُر رونق جبہ پہنے ہوئے ہے۔ میں اس کے بے انتہا موٹاپے اور اس کے بھڑک دار عبا پر تعجب ہی کر رہا تھا کہ اس نے نماز سے فراغت کے لیے سلام پھیرا، میں نے ان کو سلام کیا اور انھوں نے مجھے سلام کا جواب دیا، اور کہا کہ اے سہل بن عبداللہ! بدن سے کپڑے پرانے اور بوسیدہ نہیں ہوجاتے، اس لیے کہ بدن میں کوئی ایسی خاصیّت نہیں کہ اس سے کپڑے پھٹ جائیں، بلکہ کپڑے تو صرف گناہوں کی بدبو اور حرام غذا کے کھانے سے بوسیدہ ہوکر پھٹ جاتے ہیں۔ اس ادنیٰ جبہ کو تقریباً سات سو سال سے پہنے ہوئے ہوں، اور میں نے اسی لباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے، اور دونوں پر ایمان بھی لا چکا ہوں۔ میں نے ان سے

[1] باب النقول مصری: ج ۲، ص ۱۱۷

پوچھا: آپ ہیں کون؟ تو انھوں نے جواب دیا: میں ان میں سے ہوں جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: ﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾

دیکھا آپ نے ان جن صحابی نے اپنی تین کراموں کو ظاہر کیا۔

اوّل یہ کہ انھوں نے بلا میل جول کے نام معلوم کرلیا۔

دوسرے یہ بتایا کہ گناہوں کی نحوست بُری چیز ہے جس سے کپڑے پرانے ہوکر پھٹ جاتے ہیں۔

اور تیسری کرامت یہ بتائی کہ تعجب کی کوئی بات نہیں، یہ تو سات سو سال سے بھی زیادہ پرانا جبہ ہے، مگر برائیوں سے دور رہنے کی وجہ سے بالکل نیا معلوم ہورہا ہے۔

تمام شدہ

کتاب کے خاتمہ پر مولوی سیّد احمد سنبھلی نے تحریر فرمایا ہے کہ سرسری تلاش اور عدیم الفرصتی میں یہ رسالہ جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کرامتیں ہیں خدا کا شکر ہے مکمّل ہوگیا، ورنہ ممکن تھا کہ بہت بڑا ذخیرہ کرامات کا جمع ہو جاتا، لیکن اب بھی بقدرِ ضرورت یہ بہت کافی ہے۔ جس دن حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرامتیں لکھنا شروع کی تھیں اسی شب میں سیّدتنا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور دونوں کو ایک ہی مبارک مکان میں تشریف فرما دیکھا اور جس طرح احادیث میں ہے ان شاء اللہ جنّت میں بھی ایسا ہی ہوگا کہ جناب سیّدہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی دولت کدہ میں تشریف فرما ہوں گے۔ فقط

اسی طرح اے پروردگار! تو مجھ کو اور ان حضرات کو جو اس کو پڑھیں اور اس کے ناشر و ساعی کو اپنی رحمتوں سے مالا مال اور سرفراز کردے۔ آمین یارب العالمین الأحد الصمد فقط۔